مسئلہ تقلید

جمع و ترتیب

مجلسِ علمی

زیر نگرانی

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن دامت برکاتہم

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا پاکستان

تقلید کی اہمیت

1: شریعت کی بنیاد:

ہمارے لئے تو پورے دین اور شریعت کی بنیاد ہی "تقلید" ہے۔ قرآن کریم پر ایمان لانے کے بعد اسے پڑھنا، سمجھنا اور عمل کرنا بغیر تقلید کے ممکن نہیں ہے۔

دلچسپ مکالمہ:

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ (مکالمے کی صورت میں) اپنا واقعہ سناتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ہری پور بیان کے لئے گیا راستے میں ایک حفظ کا مدرسہ تھا وہاں کچھ دیر کے لیے رکا تو مدرسے کے مہتمم صاحب نے کہا: آپ بچوں میں بیان کر دیں۔

میں نے کہا: میں ان کو مناظرہ پڑھا دوں؟

انہوں نے کہا: جی وہ کیسے؟

میں نے بچوں سے کہا: جب آپ یہاں سے جائیں اور کوئی بندہ آپ سے پوچھے آپ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے ہیں؟

تو آپ کہیں: نہیں پڑھتے۔

وہ پوچھے: کیوں نہیں پڑھتے؟

آپ جواب دیں: ہمیں آتی ہی نہیں ہے۔

وہ کہے گا: میں آپ کو پڑھا دیتا ہوں۔

آپ کہیں: جی ٹھیک ہے۔

وہ کہے گا: پڑھو الف لام زبر اَلْ حا میم زبر حَمْ اَلْحَمْ دال پیش دُ۔ اَلْحَمْدُ

آپ کہنا: الف لام زیر اِلْ حا میم پیش اِلْحُمْ دال پیش دُ۔ اِلْحُمْدُ

وہ کہے گا: اِلْحُمْدُ کیوں؟

آپ کہنا: اَلْحَمْدُ کیوں؟

وہ کہے گا: دیکھیں یہاں قرآن میں اَلْحَمْدُ لکھا ہے۔

آپ پوچھنا: یہ زیر زبر پیش کس نے لگوائے ہیں؟

وہ کہے گا: ابتداء حضرت ابوالاسود دوئلی رحمہ اللہ نے فرمائی اور حجاج بن یوسف نے اس کی تکمیل کرائی۔

آپ پوچھنا: حجاج بہت نیک آدمی تھا؟

وہ کہے گا: نہیں یہ کوفہ کا بہت ظالم شخص تھا۔

آپ کہنا: کوفہ کے ظالم شخص کی بات مان کر قرآن کریم پڑھنا جائز ہے تو کیا کوفہ کے مجتہد، عبادت گزار امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کی بات مان کر قرآن کریم پہ عمل کرنا جائز نہیں؟

2: اختلافات کا حل "تقلید" میں ہے:

تمام اختلافی مسائل کی بنیاد تقلید اور ترکِ تقلید ہے۔ اگر تقلید کر لی جائے تو اختلافات ختم اور تقلید چھوڑ دی جائے تو ہر بندہ اپنا اپنا مسئلہ بیان کرے گا جس سے افتراق و انتشار پیدا ہو گا۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

دلچسپ مکالمہ:

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ (مکالمے کی صورت میں) واقعہ سناتے ہیں کہ شیخوپورہ (پاکستان) میں ایک بچہ تھا جس کا ماموں حنفی تھا اور ممانی غیر مقلدن تھی۔

ایک دن اس بچے نے اپنی ممانی سے پوچھا: تقلید کرنا ایمان ہے یا شرک؟ اگر ایمان ہے تو آپ کا نظریہ ختم اور اگر شرک ہے تو میرے ماموں سے آپ کا نکاح ختم۔ اس لیے کہ وہ مقلد ہیں۔

اس پہ اس عورت نے کہا: چھوڑو! ایسی باتوں کو تم بھی ٹھیک ہو اور ہم بھی ٹھیک ہیں۔

3: "تقلید" سے امت: اُمتِ واحدہ بنے گی:

اگر تقلید (بڑوں پر اعتماد) والا مزاج بن جائے تو بعد والے پہلے والوں سے جڑ جائیں گے جس سے امت: امتِ واحدہ بن جائے گی۔

4: فرقہ واریت کا خاتمہ:

ترکِ تقلید سے فرقہ واریت جنم لیتی ہے جبکہ تقلید سے فرقے ختم ہو جائیں گے۔

5: تقلید میں آسانیاں ہیں:

تقلید سے آسانیاں جبکہ ترک تقلید سے مشکلات پیدا ہوں گی کیونکہ عوام الناس کے لیے ہر ہر مسئلے کی مکمل تحقیق کرنا انتہائی مشکل کام ہے جبکہ بڑوں پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی بات مان لینا (تقلید کرنا) آسان کام ہے۔

چار ضروری باتیں:

مسئلہ تقلید کو سمجھنے کے لئے بنیادی طور پر درج ذیل چار باتیں سمجھنا بہت ضروری ہیں۔

1. تقلید کی تعریف
2. تقلید کے دلائل
3. تقلید پر ہونے والے شبہات کے جوابات
4. تقلید چھوڑنے کے نقصانات

نمبر 1: تقلید کی تعریف

تقلید کا لغوی معنیٰ:

محمد بن ابو بکر بن عبد القادر الرازی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 768ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقِلَادَۃُ۔ ہار۔ جو گلے میں ڈالا جاتا ہے...... اسی سے لفظ تقلید مشتق ہے۔ یعنی: اَلتَّقْلِیْدُ فِی الدِّیْنِ. دین میں کسی شخص کی پیروی کرنا۔

(مختار الصحاح: لابی بکر الرازی، ص: 758)

عربی کی معروف لغت اَلْمُنْجِدُ میں ہے:

اَلْقِلَادَۃُ۔ ج قَلَائِد و قِلَاد: مَا جُعِلَ فِی الْعُنُقِ مِنَ الْحِلِیِّ۔

(المنجد [عربی]، ص: 649)

ترجمہ: اَلْقِلَادَۃُ جس کی جمع قَلَائِد اور قِلَاد آتی ہے اس زیور (ہار) کو کہتے ہیں جو گردن میں پہنا جاتا ہے۔

قاضی محمد اعلیٰ تھانوی رحمہ اللہ (المتوفی:1191ھ) لکھتے ہیں:

اَلتَّقْلِیْدُ......لُغَۃً جَعَلَ الْقِلَادَۃَ فِی الْعُنُقِ.

(کشاف اصطلاحات الفنون، ج:2، ص:1178)

ترجمہ: تقلید کا لغوی معنی ہے گلے میں قِلَادہ ڈالنا۔

فائدہ: قِلَادہ کا معنی "پٹا" بھی ہے اور "ہار" بھی۔

قِلَادہ بمعنیٰ "پٹا"

قَالَتْ عَائِشَۃُ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا أَنَا فَتَلْتُ قَلَائِدَ ھَدْیِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدَیَّ ثُمَّ قَلَّدَھَا رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدَیْہِ.

(صحیح البخاری، باب الوکالۃ فی البُدن وتعاھدھا، رقم الحدیث:2317)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں اپنے ہاتھوں سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ھَدی (حج کے موقع پر ذبح کیے جانے والی قربانی) کے جانوروں کے لئے پٹے بناتی پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مبارک ہاتھوں سے وہ جانوروں کے گلے میں ڈال دیتے۔

قِلَادہ بمعنیٰ "ہار"

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا قَالَتْ ھَلَکَتْ قِلَادَۃٌ لِأَسْمَاءَ فَبَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ طَلَبِہَا رِجَالًا فَحَضَرَتِ الصَّلَاۃُ وَلَیْسُوْا عَلٰی وُضُوْءٍ وَلَمْ یَجِدُوْا مَاءً فَصَلَّوْا وَھُمْ عَلٰی غَیْرِ وُضُوْءٍ فَذَکَرُوْا ذٰلِكَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَأَنْزَلَ اللہُ آیَۃَ التَّیَمُّمِ۔ زَادَ ابْنُ نُمَیْرٍ عَنْ ھِشَامٍ عَنْ أَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا اسْتَعَارَتْ مِنْ أَسْمَاءَ.

(صحیح البخاری، باب استعارۃ القلائد، رقم الحدیث:5882)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا ہار دورانِ سفر گم ہو گیا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تلاش میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا اسی دوران نماز کا وقت آ گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وضو کرنا تھا اور پانی بھی موجود نہیں تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بغیر وضو کے نماز ادا کر لی بعد میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صورتحال بتائی اس پہ اللہ تعالیٰ نے تیمم والا حکم نازل فرمایا۔ ابن نُمَیر کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ وہ ہار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے عاریۃً لیا ہوا تھا۔

ان میں سے پہلی روایت میں قِلادہ "پٹے" کے معنیٰ میں اور دوسری روایت میں "ہار" کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا اس کا معنی صرف پٹا کرنا اور ہار نہ کرنا بد دیانتی ہے۔ اب "قِلادہ" اگر جانور کے گلے میں ہو تو "پٹا" اور اگر انسان کے گلے میں ہو تو "ہار" کہلاتا ہے۔

تقلید بمعنیٰ پٹا ڈالنا:

اگر تقلید کا معنیٰ "پٹا" ہی لیا جائے تو لفظِ تقلید باب تفعیل کا مصدر ہے جو کہ متعدی ہے۔ جس کا معنیٰ ہے "پٹا ڈالنا" اور پٹا آدمی ہمیشہ دوسرے کے گلے میں ڈالتا ہے اپنے گلے میں کبھی نہیں ڈالتا۔ تو ہم غیر مقلدین کے گلے میں پٹا ڈالنے والے ہیں۔

جہالت یا عناد:

غیر مقلد "قِلَادہ" کے ایک معنیٰ پر زور دیتا ہے اور دوسرا معنیٰ جہالت کی وجہ سے جانتا نہیں یا ضد کی وجہ سے مانتا نہیں۔ بالکل ایسے جیسے منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی موت کے ایک ہی معنیٰ "خروجِ روح" پر زور دیتے ہیں اور دوسرے معنیٰ "حبس روح" کو جہالت کی وجہ سے جانتے نہیں یا ضد کی وجہ سے مانتے نہیں۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ دونوں معانی جانتے بھی ہیں اور مانتے بھی ہیں۔

موت کا معنی قبضِ روح ہے:

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اِنَّ اللہَ قَبَضَ أَرْوَاحَھُمْ۔

(جامع الاحادیث لسیوطی، رقم الحدیث:35151)

ترجمہ: یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ شہداء کی ارواح قبض فرماتے ہیں۔

اور قبض کی دو صورتیں ہیں: 1: حبسِ روح 2: خروجِ روح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے "حبسِ روح" اور امتی کے لیے "خروج روح"۔

فائدہ: قبض روح کا اطلاق جس طرح موت پر کیا گیا اسی طرح نیند پر بھی کیا گیا ہے: إِنَّ اللہَ قَبَضَ أَرْوَاحَکُمْ حِینَ شَاءَ۔

(صحیح البخاری، باب الاذان بعد ذھاب الوقت، رقم الحدیث:595)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں تمہاری ارواح قبض فرماتے ہیں۔

تقلید کا اصطلاحی معنیٰ:

1: قاضی محمد اعلیٰ تھانوی رحمہ اللہ (المتوفیٰ 1191ھ) فرماتے ہیں:

اَلتَّقْلِیْدُ اِتِّبَاعُ الْاِنْسَانِ غَیْرَہٗ فِیْمَا یَقُوْلُ اَوْ یَفْعَلُ مُعْتَقِدًا لِلْحَقِّیَّۃِ مِنْ غَیْرِ نَظْرٍ اِلَی الدَّلِیْلِ کَاَنَّ ھٰذَا الْمُتَّبِعَ جَعَلَ قَوْلَ الْغَیْرِ اَوْ فِعْلَہٗ قِلَادَۃً فِیْ عُنُقِہٖ مِنْ غَیْرِ مُطَالَبَۃِ دَلِیْلٍ۔

(کشافُ اصطلاحاتِ الفنون، ج:2، ص:1178)

ترجمہ: تقلید کا مطلب یہ ہے کہ انسان حسن ظن کی وجہ سے کسی کے قول یا فعل کو تسلیم کرلے اور اس سے دلیل کا مطالبہ نہ کرے۔اس صورت میں گویا اتباع کرنے والا شخص دوسرے کے قول یا فعل کو اپنے "گلے کا ہار" بنالیتا ہے اور اس سے دلیل نہیں مانگتا۔

2: حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (المتوفیٰ 1362ھ) فرماتے ہیں:

"تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسنِ ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلادے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا۔"

(الاقتصاد از حضرت تھانوی رحمہ اللہ ص10)

3: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

مسائل اجتہادیہ میں غیر مجتہد کا ایسے مجتہد کے مفتیٰ بہ مسائل کو بلا مطالبہ دلیل مان لینا جس کا مجتہد ہونا دلیل شرعی سے ثابت ہو اور اس کا مذہب اصولاً و فروعاً مدون ہو کر مقلد کے پاس تواتر کے ساتھ پہنچا ہو۔

فوائدِ قیود:

الف: مسائل اجتہادیہ میں......الخ

فائدہ: مسائل شرعیہ دو قسم کے ہیں:

(1) مسائل واضحہ (منصوصہ)

(2) مسائل غیر واضحہ (اجتہادیہ)

ان میں سے مسائل غیر واضحہ (اجتہادیہ) کی پانچ اقسام ہیں:

1: غیر منصوصہ:

وہ مسائل جن میں نصوص (قرآن، سنت اور اجماع) میں سے کوئی نص صراحت کے ساتھ منقول نہ ہو۔

مثال نمبر 1:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾

(سورۃ المائدۃ، رقم الآیۃ:90)

ترجمہ: اے ایمان والو! شراب، جُوا، بتوں کے تھان (وہ قربان گاہ جو بتوں کے سامنے بنادی جاتی تھی اور لوگ بتوں کے نام پر وہاں جانور وغیرہ قربان کیا کرتے تھے) اور جُوے کے تیر (زمانہ جاہلیت میں ایک مشترک اونٹ ذبح کرتے اس کے گوشت کی تقسیم کا طریقہ یہ اختیار کرتے کہ مختلف تیروں پر حصوں کے نام لکھ دیتے اور ایک تھیلے میں ڈال دیتے پھر جس شخص کے نام جتنا حصہ نکل آیا اسے اتنا گوشت دے دیتے اور اگر کسی کے نام پر کوئی ایسا تیر نکل آیا جس پر کوئی حصہ مقرر نہ ہوتا تو اسے کچھ نہ دیتے یہ جوا ہے اور اس کے لیے جو تیر استعمال ہوئے وہ جوئے کے تیر کہلاتے) یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں، لہٰذا ان سے بچو، تاکہ تمہیں کامیابی نصیب ہو۔

یہاں شراب کا حرام ہونا منصوص ہے اور بھنگ، ہیروئن چرس وغیرہ کی حرمت الفاظِ قرآنی سے واضح طور پر معلوم نہیں ہو رہی اس وجہ سے ان چیزوں کو شراب پر "قیاس" کرتے ہیں۔ شراب مقیس علیہ (جس پر قیاس کیا جائے) اور مذکورہ چیزیں بھنگ، ہیروئن اور چرس وغیرہ مقیس (جس کو قیاس کیا جائے) ہیں۔ قیاس میں جو حکم مقیس علیہ کا ہوتا ہے اس کی علت (وجہ) کو دیکھ کر وہی حکم مقیس پر لگایا جاتا ہے۔ اب جو حکم شراب کا وہی حکم بھنگ، چرس اور ہیروئن کا ہوگا۔ کیونکہ دونوں میں علتِ مشترکہ پائی جاتی ہے۔

فائدہ: مذکورہ مثال میں شراب کا حکم "منصوص" جبکہ بھنگ، ہیروئن اور چرس وغیرہ کا حکم "غیر منصوص" ہے۔

مثال نمبر 2:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ كُلَّهُ ثُمَّ لِيَطْرَحْهُ فَإِنَّ فِي أَحَدِ جَنَاحَيْهِ شِفَاءً وَفِي الْآخَرِ دَاءً.

(صحیح البخاری، باب اذا وقع الذباب فی الاناء، رقم الحدیث:5782)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی شخص کے برتن میں (کہ جس میں کھانے پینے کی کوئی چیز ہو) مکھی گر جائے تو اس کو غوطہ دے کر نکال کے باہر پھینک دو کیونکہ اس کے ایک پر میں وبا (بیماری) ہے اور دوسرے پر میں شفاء ہے۔

یہاں کھانے پینے والے چیزوں میں مکھی گر جائے اور اس کا حکم منصوص (نص؛ حدیثِ مذکور) ہے جبکہ مچھر، بھڑ، جگنو وغیرہ کا کھانے پینے کی چیزوں میں گر جانے کی صورت میں کیا حکم ہے؟ یہ بات منصوص نہیں۔ اس وجہ سے کھانے پینے کی چیزوں میں ان کے گرنے کو مکھی کے گرنے پر قیاس کرتے ہیں۔ مکھی کو مقیس علیہ (جس پر قیاس کیا جائے) اور مذکورہ چیزیں مچھر، بھڑ اور جگنو وغیرہ مقیس (جس کو قیاس کیا جائے) ہیں۔ قیاس میں جو حکم مقیس علیہ کا ہوتا ہے اس کی علت (وجہ) کو دیکھ کر وہی حکم مقیس پر لگایا جاتا ہے۔ اب جو حکم کھانے میں مکھی کے گرنے کا وہی حکم مچھر، بھڑ اور جگنو کے گرنے کا ہوگا کیونکہ دونوں میں علت مشترکہ پائی جاتی ہے۔

فائدہ: مذکورہ مثال میں کھانے پینے کے چیز میں مکھی گر جانے کا حکم "منصوص" ہے جبکہ مچھر، بھڑ اور جگنو وغیرہ کا حکم "غیر منصوص" ہے۔

2: منصوصہ متعارضہ:

وہ مسائل جن میں نصوص میں (ظاہری طور پر) تعارض موجود ہو۔

مثال:

عَنْ وائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَرَأَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقَالَ آمِیْن وَمَدَّ بِہَا صَوْتَہٗ.

(جامع الترمذی: ج1 ص57 باب ماجاء فی التامین)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت سنی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الفاتحہ ختم کی تو (جہراً) بلند آواز سے ”آمین“ فرمائی۔

عَنْ عَلْقَمَۃَ بْنَ وَائِلٍ عَنْ أَبِیْہِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَرَأَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقَالَ آمِیْن وَخَفَضَ بِہَا صَوْتَہٗ.

(جامع الترمذی: ج1 ص58 باب ماجاء فی التامین)

ترجمہ: حضرت علقمہ بن وائل اپنے والد حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءت فرمائی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الفاتحہ ختم کی تو (سراً) آہستہ آواز سے ”آمین“ فرمائی۔

فائدہ: یہ نصوص (مذکورۃ روایتیں) موجود تو ہیں لیکن باہم متعارض ہیں ایک نص سے معلوم ہو رہا ہے کہ آمین ”بلند آواز“ سے کہنی ہے جبکہ دوسری نص سے معلوم ہو رہا ہے کہ آمین ”آہستہ آواز“ سے کہنی ہے۔

3: مسائل منصوصہ مجملہ:

وہ مسائل جن میں نصوص میں تفصیل کے بجائے اجمال ہو۔

مثال:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَ اَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ.....الآیۃ.

(سورۃ المائدۃ، رقم الآیۃ: 6)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم نماز (پڑھنے) کا ارادہ کرو تو اپنے چہرے اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ دھولو.... الخ

فائدہ: یہاں نص (آیت مذکورہ) موجود ہے جس میں چہرہ دھونے کا حکم ہے فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ۔ لیکن اس میں اجمال ہے کہ چہرہ کی مقدار کہاں سے شروع ہو کر کہاں تک ختم ہوتی ہے؟

4: مسائل منصوصہ محتملۃ المعانی:

وہ مسائل جن میں نص موجود تو ہو لیکن اس کے معنیٰ میں ایک سے زائد احتمال موجود ہوں۔

مثال:

وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِہِنَّ ثَلٰثَۃَ قُرُوْٓءٍ ط

(سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ: 228)

ترجمہ: اور جن عورتوں کو طلاق دے دی گئی ہو وہ تین ”قروء“ عدت گزاریں۔

فائدہ: یہاں نص (مذکورہ آیت) موجود ہے لیکن اس کے معنیٰ میں ایک سے زائد احتمال موجود ہیں۔ قرء میں ایک حیض والے معنیٰ کا احتمال ہے جبکہ دوسرا طہر والے معنیٰ کا بھی احتمال ہے۔ یہ لفظ اپنے معنیٰ کے اعتبار سے یہ من قبیل الاضداد سے تعلق رکھتا ہے۔: امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا معنیٰ حیض جبکہ امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا معنیٰ طُہر (غیر حیض) ہے۔

5:مسائل منصوصہ غیر متعینۃ الاحکام:

وہ مسائل جن میں نص موجود تو ہو لیکن حکم (فرض، واجب، سنت، مباح، حرام اور مکروہ [تحریمی یا تنزیہی] وغیرہ) متعین نہ ہو۔

مثال:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا۔

(صحیح البخاری: باب ایجاب التکبیر وافتتاح الصلاۃ، رقم الحدیث: 732)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام اس لئے بنایا جاتا ہے تاکہ اس کی پیروی کی جائے جب وہ تکبیر (تحریمہ) کہے تو آپ لوگ (اس کے ساتھ) تکبیر تحریمہ کہو جب وہ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ کہے تو آپ لوگ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہو اور جب وہ سجدہ کرے تو آپ لوگ بھی سجدہ کرو۔

فائدہ: یہاں نص (حدیث مذکور) تو موجود ہے لیکن اس میں حکم متعین نہیں ہے۔ تکبیر تحریمہ فرض جبکہ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہنا سنت ہے۔

نوٹ: مذکورہ اقسامِ خمسہ مع امثلہ مسائل اجتہادیہ سے تعلق رکھتی ہیں ان میں تقلید ضروری ہے۔

ب: غیر مجتہد کا......الخ۔

تقلید ہمیشہ غیر مجتہد کرتا ہے، مجتہد پر کسی کی تقلید واجب نہیں۔ جس طرح نبی (غیر نبی) کا کلمہ نہیں پڑھتا کیونکہ وہ خود نبی ہوتا ہے۔ اسی طرح مجتہد بھی کسی غیر مجتہد کی تقلید نہیں کرتا کیونکہ وہ خود مجتہد ہوتا ہے۔

دلچسپ مکالمہ:

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ (مکالمے کی صورت میں) اپنا واقعہ سناتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے خیر پور میرس سندھ، پاکستان میں جمعہ کی نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد ایک نوجوان میرے پاس آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ سائیں! میں نے آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔

میں نے کہا: جی: پوچھو!

اس نے کہا: کیا تقلید کرنا واجب ہے؟

میں نے کہا: جی واجب ہے۔

اس نے کہا: اگر کوئی تقلید نہ کرے تو؟

میں نے کہا: گناہ ہوگا۔

اس نے کہا: امام ابو حنیفہ (رحمہ اللہ) کس کی تقلید کرتے تھے؟

میں نے کہا: کسی کی بھی نہیں۔

اس نے کہا: تو پھر وہ گناہ گار ہوئے۔

میں نے کہا: بالکل نہیں۔

اس نے کہا: وہ کیوں؟ سائیں!

میں نے کہا: مجھے آپ بتاؤ کہ کیا نبی کا کلمہ پڑھنا ضروری ہے؟

اس نے کہا: جی ضروری ہے۔

میں نے کہا: اگر کوئی کلمہ نہ پڑھے تو؟

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اس نے کہا: جی !اعتقادی گمراہی ہے۔

میں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس نبی کا کلمہ پڑھا؟

اس نے کہا: کسی کا بھی نہیں۔

میں نے کہا: کیوں ؟

اس نے کہا: اس لئے کہ وہ خود نبی ہیں۔(صلی اللہ علیہ وسلم)

میں نے کہا: باجماعت نماز پڑھنا ضروری ہے ؟

اس نے کہا: جی !ضروری ہے۔

میں نے کہا: اگر کوئی نہ پڑھے تو؟

اس نے کہا: گناہ گار ہو گا۔

میں نے کہا: باجماعت نماز کا مطلب کیا ہے ؟

اس نے کہا: چندلوگ ایک امام کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کریں۔

میں نے کہا: پھر آپ تو امام کے پیچھے کھڑے ہو کر "باجماعت نماز" پڑھتے ہیں لیکن آپ کا امام کس کے پیچھے کھڑا ہو کر نماز ادا کرتا ہے ؟

اس نے کہا: کسی کے پیچھے نہیں۔

میں نے کہا: وہ کیوں ؟

اس نے کہا: سائیں !اس لئے کہ وہ خود امام ہے۔

میں نے کہا: جس طرح نبی کا کلمہ پڑھنا ضروری ہے لیکن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کا کلمہ نہیں پڑھا کیونکہ وہ خود نبی ہیں۔ "باجماعت نماز" پڑھنا ضروری ہے، امام کسی کے پیچھے کھڑا نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ خود "امام" ہے۔ اسی طرح "تقلید" کرنا واجب ہے لیکن امامِ اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے اس لئے کہ وہ خود "مجتہد" تھے۔

ج: ایسے مجتہد کے.....الخ

تقلید ایسے مجتہد کی ہو گی جس کا مجتہد ہونا دلیل شرعی (قرآن، حدیث، اجماع) سے ثابت ہو۔

دلچسپ مکالمہ:

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ (مکالمے کی صورت میں) اپنا واقعہ سناتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری علامہ علی شیر حیدری شہید رحمہ اللہ سے گفتگو ہوئی۔

حضرت رحمہ اللہ نے پوچھا: اگر میں دعویٰ کروں کہ میں مجتہد ہوں تو کیا میری تقلید بھی ہو سکتی ہے ؟

میں نے کہا: نہیں۔

حضرت رحمہ اللہ نے پوچھا: کیوں؟

میں نے کہا: تقلید اس مجتہد کی ہوتی ہے جس کا مجتہد ہونا قرآن سے، حدیث سے یا اجماع ثابت ہو۔(اور آپ کا مجتہد ہونا ان تینوں سے ثابت نہیں)

قرآن سے مجتہد ثابت ہونے کی مثال:

حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا مجتہد ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے۔

وَدَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَ كُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا ۫

(سورۃ الانبیاء، رقم الآیات:78،79)

ترجمہ: اور داؤد اور سلیمان (کو بھی ہم نے حکمت اور علم عطا کیا تھا) جب وہ دونوں ایک کھیت کے جھگڑے کا فیصلہ کر رہے تھے کیونکہ کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت اس کھیت میں جا گھسی تھیں اور ان لوگوں کے بارے میں جو فیصلہ ہوا اسے ہم خود دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ اس فیصلے کی (آسان صورت کی) سمجھ ہم نے سلیمان کو دے دی، اور (ویسے) ہم نے دونوں ہی کو حکمت اور علم عطا کیا تھا۔

فائدہ: حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام دونوں ہی اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر نبی ہیں۔ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ ان کا مجتہد ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کی اتباع مجتہد ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ نبی ہونے کی وجہ سے لازم تھی لیکن ان کا اجتہاد قرآن کریم سے ثابت ہے۔

حدیث سے مجتہد ثابت ہونے کی مثال:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا مجتہد ہونا حدیث مبارک سے ثابت ہے۔

عَنْ أُنَاسٍ مِنْ أَهْلِ حِمْصَ مِنْ أَصْحَابِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَرَادَ أَنْ يَبْعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ قَالَ: كَيْفَ تَقْضِي إِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَاءٌ قَالَ أَقْضِي بِكِتَابِ اللهِ قَالَ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي كِتَابِ اللهِ قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا فِي كِتَابِ اللهِ قَالَ أَجْتَهِدُ رَأْيِي وَلَا آلُو فَضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدْرَهُ وَقَالَ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللهِ لِمَا يُرْضِي رَسُولَ اللهِ.

(سنن ابی داؤد، باب اجتہاد الرای فی القضاء، رقم الحدیث:3119)

ترجمہ: علاقہ حمص کے چند لوگ جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے دوست تھے وہ کہتے ہیں کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کیا تو فرمایا: اے معاذ! وہاں جا کر لوگوں کے درمیان فیصلے کیسے کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں کتاب اللہ کو سامنے رکھ کر لوگوں کے فیصلے کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اگر آپ کو وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ مل سکے تو پھر؟ انہوں نے عرض کی: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں سے اس کا حل تلاش کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اگر دونوں (قرآن وسنت میں واضح الفاظ) میں نہ ملے تو پھر؟ انہوں نے عرض کی: میں کسی قسم کی کوتاہی کیے بغیر اپنی (مجتہدانہ) رائے سے اس کو حل کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خوش ہو کر) آپ رضی اللہ عنہ کے سینے پر اپنا ہاتھ مبارک مارا اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! آپ کا شکر ہے کہ آپ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قاصد سے وہ بات کہلوائی جس کو سن کر آپ کا پیغمبر (دلی طور پر بہت) خوش ہوا۔

اجماع سے مجتہد ثابت ہونے کی مثال:

ائمہ اربعہ کا مجتہد ہونا اجماع امت سے ثابت ہے اسی وجہ سے بیک وقت ان میں سے کسی ایک کی تقلید ضروری ہے۔

1: علامہ زین العابدین ابن نجیم مصری رحمہ اللہ (المتوفیٰ:970ھ) فرماتے ہیں:

وَمَا خَالَفَ الْأَئِمَّةَ الْأَرْبَعَةَ مُخَالِفٌ لِلْإِجْمَاعِ.

(الاشباہ والنظائر لابن نجیم المصری: ص108)

ترجمہ: ائمہ اربعہ (رحمہم اللہ) کی مخالفت کرنے والا اجماع امت کا مخالف ہے۔

2: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:1176ھ) فرماتے ہیں:

اِنَّ هٰذِهِ الْمَذَاهِبَ الْأَرْبَعَةَ الْمُدَوَّنَةَ الْمُحَرَّرَةَ قَدِ اجْتَمَعَتِ الْأُمَّةُ- أَوْ مَنْ يُّعْتَدُّ بِهٖ مِنْهَا- عَلٰى جَوَازِ تَقْلِيْدِهَا إِلٰى يَوْمِنَا هٰذَا.

(حجۃ اللہ البالغہ، ج:1، ص:325)

ترجمہ: یہ مذاہب اربعہ جو مدون و مرتب ہو گئے ہیں۔ پوری امت نے یا امت کے (اکثر) قابل اعتماد حضرات نے ان مذاہب اربعہ جو کہ مشہور ہیں (حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنبلیہ میں سے کسی ایک) کی تقلید کے جواز پر اجماع کر لیا ہے۔ (اور یہ اجماع) آج تک باقی ہے۔

3: مشہور مفسر قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (المتوفی:1225ھ) فرماتے ہیں:

فَإِنَّ أَهْلَ السُّنَّةِ قَدِ افْتَرَقَ بَعْدَ الْقُرُوْنِ الثَّلَاثَةِ أَوِ الْأَرْبَعَةِ عَلٰى أَرْبَعَةِ مَذَاهِبَ وَلَمْ يَبْقَ مَذْهَبٌ فِيْ فُرُوْعِ الْمَسَائِلِ سِوٰى هٰذِهِ الْأَرْبَعَةِ فَقَدِ انْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ الْمُرَكَّبُ عَلٰى بُطْلَانِ قَوْلٍ يُخَالِفُ كُلَّهُمْ.

(التفسیر المظہری، سورۃ آل عمران، تحت آیت 64)

ترجمہ: تیسری یا چوتھی صدی کے فروعی مسائل میں اہل السنت والجماعت کے چار مذاہب رہ گئے، کوئی پانچواں مذہب باقی نہیں رہا۔ گویا اس امر پر اجماع ہو گیا کہ جو قول ان چاروں کے خلاف ہو گا وہ باطل ہو گا۔

د: مفتیٰ بہ مسائل...الخ

تقلید مفتیٰ بہا (جن پر فتویٰ دیا جاتا ہے) مسائل و اقوال میں ہو گی، غیر مفتیٰ بہا کا احترام ضروری مگر تقلید صرف مفتیٰ بہا میں ہو گی۔ جیسے ضعیف احادیث کا احترام ضروری مگر ضعیف کے مقابلے میں عمل صحیح پر ہوتا ہے۔ منسوخ احادیث کا احترام ضروری مگر عمل ناسخ پر ہی ہوتا ہے۔

تنبیہ: غیر مفتیٰ بھا مسائل کو کتب فقہ سے نکال نہیں سکتے جس طرح ضعیف احادیث کو نہیں نکال سکتے کیونکہ کسی حدیث کو "ضعیف" یا کسی مسئلہ کو "غیر مفتیٰ بہا" کہنا "امر اجتہادی" ہے (جس میں خطاء و صواب دونوں احتمال رہتے ہیں) "منصوص" نہیں۔

ھ: بلا مطالبہ دلیل مان لینا...الخ

تقلید نام ہے "بادلیل" "بات کو" "بلا مطالبہ دلیل" "مان لینا۔ یعنی مجتہد کے پاس دلیل موجود ہوتی ہے لیکن مقلد دلیل کا مطالبہ نہیں کرتا۔

و: اس کا مذہب اصولاً و فروعاً مدون ہو کر......الخ

تقلید ایسے مجتہد کی ہو گی جس کا مذہب اصولاً و فروعاً مدوّن ہو۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بہت سارے حضرات مجتہد تھے مگر ان کا مذہب مدون نہ ہونے کی وجہ سے ان کی تقلید نہیں کی جاتی۔

فائدہ: دین منصوصات اور مذہب اجتہادیات کا نام ہے دین ایک ہی ہے جبکہ مذاہب کئی ہو سکتے ہیں۔

ز: مقلد کے پاس تواتر کے ساتھ پہنچا ہو...الخ

مجتہد کا مذہب تواتر کے ساتھ مقلد کے پاس پہنچا ہو اور تواتر میں سند کی ضرورت نہیں ہوتی۔

1: حافظ شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن محمد المعروف ابن حجر العسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (المتوفی:852ھ) فرماتے ہیں:

وَالْمُتَوَاتِرُ لَا يُبْحَثُ عَنْ رِجَالِهٖ بَلْ يَجِبُ الْعَمَلُ بِهٖ مِنْ غَيْرِ بَحْثٍ.

(شرح نخبۃ الفکر: ص29)

ترجمہ: متواتر کی سند اور رُواۃ پہ بحث نہیں کی جا سکتی بلکہ متواتر پہ بغیر بحث کے عمل کرنا ضروری ہے۔

2: حافظ جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین السیوطی الشافعی رحمہ اللہ (المتوفی:911ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُتَوَاتِرُ فَإِنَّهٗ صَحِيْحٌ قَطْعًا وَلَا يُشْتَرَطُ فِيْهِ مَجْمُوْعُ هٰذِهِ الشُّرُوْطِ.

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، تحت: السادس، حد الصحیح)

ترجمہ: متواتر یقیناً صحیح ہوتا ہے اس میں اخبار احاد والی تمام شرائط کا پایا جانا ضروری نہیں ہوتا۔

3: امام رضی الدین محمد بن ابراہیم الحلبی الحنفی المعروف ابن الحنبلی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 971ھ) فرماتے ہیں:
وَمِنْ شَأْنِهِ اَنْ لَّا يُشْتَرَطَ عَدَالَةُ رِجَالِهِ بِخِلَافِ غَيْرِهِ.

(قفو الأثر فی صفوۃ علوم الأثر، فصل فی الحدیث المتواتر)

ترجمہ: متواتر کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی سند کے رُواۃ کی عدالت شرط نہیں جبکہ خبر واحد میں عدالت شرط ہے۔

فائدہ: فقہ کو بھی تواتر کا درجہ حاصل ہے اس کی سند کا مطالبہ کرنا اصول سے جہالت کی دلیل ہے کیونکہ تواتر کے بعد سند کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔

دلچسپ مکالمہ:

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ (مکالمے کی صورت میں) اپنا واقعہ سناتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے لالہ موسیٰ گجرات پاکستان میں بیان کیا۔ بیان کے بعد ایک شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے گفتگو کرنے لگا:

اس نے کہا: میں نے آپ سے ایک بات پوچھنی ہے۔

میں نے کہا: جی پوچھو!

اس نے کہا: اگر آپ فقہ حنفی کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے سنداً ثابت کر دیں تو میں حنفی ہو جاؤں گا۔

میں نے کہا: اگر کوئی عیسائی یہ کہے کہ قرآن کریم کی تمام آیات سند سے ثابت کر دیں میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ تو آپ کیا جواب دیں گے؟

اس نے کہا: قرآن کریم تو تواتر سے ثابت ہے اور تواتر میں سند کی ضرورت نہیں ہوتی۔

میں نے کہا: فقہ حنفی بھی تواتر سے ثابت ہے۔ لہٰذا یہاں بھی سند کی ضرورت نہیں ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

نمبر2: دلائل تقلید

تقلید کی دو قسمیں ہیں:

1: تقلید مطلق:

مسائل اجتہادیہ میں کسی بھی مجتہد کی تقلید کرنا۔

2: تقلید شخصی:

مسائل اجتہادیہ میں کسی خاص مجتہد اور معین شخص کی تقلید کرنا۔

تقلید مطلق کے دلائل

دلیل نمبر1:

اِهۡدِ نَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ

(سورۃ الفاتحۃ، رقم الآیات:6،5)

ترجمہ: اے اللہ! ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر آپ نے انعام فرمایا۔

صراط مستقیم کی تفسیر "صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ" سے کی ہے نہ کہ "صِرَاطُ الۡقُرۡاٰنِ وَالۡحَدِيۡثِ" سے، "صِرَاطُ اَهۡلِ الۡعِلۡمِ وَالۡعَمَلِ" سے کی ہے نہ کہ "صِرَاطُ الۡعِلۡمِ" سے اور یہی تقلید ہے۔

"صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ" میں چار شخصیات ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ۔

(سورۃ النساء، رقم الآیۃ:69)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے اللہ اور رسول کی اطاعت کی یہی وہ لوگ ہیں جو ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا اور وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک لوگ ہیں۔

دلیل نمبر2:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ۔۔۔ اَلۡاٰيَةَ۔

(سورۃ النساء، رقم الآیۃ:59)

ترجمہ: اے ایمان والو! خدا کی بات مانو، مصطفیٰ کی بات مانو اور فقہاء کی بات مانو۔

فائدہ: خدا کی بات کا نام "قرآن"، مصطفیٰ کی بات کا نام "سنت" اور فقہاء کی بات کا نام "فقہ" ہے۔

نکتہ علمیہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فقیہ بھی ہیں اور حاکم بھی۔ تین طلاق کے مسئلہ پر انہیں حاکم مانیں تب بھی تین؛ تین ہوں گی اور اگر فقیہ مانیں تب بھی تین؛ تین ہوں گی۔

اولی الامر سے مراد "فقہاء" ہیں:

امام ابو محمد عبد الرحمٰن بن محمد بن ادریس المعروف ابن ابی حاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:327ھ) مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَوْلُہٗ: وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ یَعْنِیْ: اَھْلَ الْفِقْہِ وَالدِّیْنِ۔

(تفسیر ابن ابی حاتم، تحت سورۃ النساء آیت 59)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس آیت میں اُولِی الْاَمْرِ سے مراد فقہاء اور دین سمجھنے والے ہیں۔

امام ابو بکر احمد بن علی الجصاص الرازی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:370ھ) مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

رُوِیَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ رِوَایَۃٌ وَالْحَسَنُ وَعَطَاءٌ وَمُجَاھِدٌ رَحِمَھُمُ اللّٰہُ: أَنَّھُمْ أُوْلُو الْفِقْہِ وَالْعِلْمِ

(احکام القرآن للجصاص، باب فی طاعۃ اولی الامر)

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے حضرت جابر بن عبد اللہ اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی ایک روایت اور تابعین میں سے حضرت حسن بصری، حضرت عطاء اور حضرت مجاہد رحمہم اللہ کے فرمان کے مطابق اس آیت میں اُولِی الْاَمْرِ سے مراد علماء اور فقہاء ہیں۔

فائدہ: امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ المعروف حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ (المتوفیٰ:405ھ) فرماتے ہیں:

تَفْسِیْرُ الصَّحَابِیِّ الَّذِیْ شَھِدَ الْوَحْیَ وَ التَّنْزِیْلَ عِنْدَ الشَّیْخَیْنِ حَدِیْثٌ مُسْنَدٌ۔

(مستدرک الحاکم، تحت: تفسیر سورۃ الفاتحۃ)

ترجمہ: امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ کے نزدیک صحابی جو آیت کی تفسیر کرتا ہے وہ "حدیث مسند" کے حکم میں ہوتی ہے اس لئے کہ صحابی نزول قرآن کے وقت موجود ہوتا ہے۔

امام ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی الغرناطی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:790ھ) نے مفتی کے مقام و مرتبہ پر طویل بحث فرمائی ہے، آخر میں خلاصہ ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:

وَعَلَی الْجُمْلَۃِ فَالْمُفْتِی مخبرٌ عَنِ اللّٰہِ کَالنَّبِیِّ ومُوَقِّعٌ لِلشَّرِیعَۃِ عَلَی أَفْعَالِ الْمُکَلَّفِینَ بِحَسَبِ نَظَرِہِ کَالنَّبِیِّ وَنَافِذٌ أَمْرُہُ فِی الْأُمَّۃِ بِمَنْشُورِ الْخِلَافَۃِ کَالنَّبِیِّ وَلِذٰلِکَ سُمُّوا أُولِی الْأَمْرِ وَقُرِنَتْ طَاعَتُھُمْ بِطَاعَۃِ اللّٰہِ وَرَسُولِہٖ فِی قَوْلِہٖ تَعَالَی: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ وَالْأَدِلَّۃُ عَلٰی ھٰذَا الْمَعْنٰی کَثِیرَۃٌ۔

(الموافقات فی اصول الشریعۃ للشاطبی، الطرف الثانی: فیما یتعلق بالمجتہد من الاحکام فیما یتعلق بفتواہ)

ترجمہ: خلاصہ یہ ہے کہ مفتی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نمائندہ بن کر شرعی احکامات کی خبر دیتا ہے جیسے اللہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا نائب بن کر احکاماتِ دینیہ امت تک پہنچاتا ہے اور مفتی اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح خداداد قوت فہم و فکر کی بنیاد پر مکلفین کے افعال کے متعلق شرعی احکامات پر دستخط کرتا ہے، مفتی اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح خلافت کے طرز پر امت میں اللہ کا حکم نافذ کرتا ہے اسی وجہ سے ان کا نام "اولی الامر" رکھا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ساتھ ان کی اطاعت کو بھی ذکر کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو لوگ صاحب اختیار ہوں ان کی بھی (اطاعت کرو) اور اس مضمون کو ثابت کرنے کے لیے دلائل بے شمار ہیں۔

فائدہ: مُوَقِّعٌ: بمعنی: شاہی مہر کی نگرانی کرنے والا۔ شاہی فرمان لکھنے والا۔

مَوْقَعٌ: بمعنی: جائے وقوع، گرنے کی جگہ۔

(المنجد ص:1100)

اعتراض:

آیت کا یہ حصہ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَ الرَّسُوْلِ تقلید کی تردید کرتا ہے۔

جواب:

امام ابو بکر احمد بن علی الجصاص الرازی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:370ھ) مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَ قَوْلُهُ تَعَالٰى عَقِيْبَ ذٰلِكَ ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ﴾ يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ اُولِي الْاَمْرِ هُمُ الْفُقَهَاءُ لِاَنَّهُ اَمَرَ سَائِرَ النَّاسِ بِطَاعَتِهِمْ ثُمَّ قَالَ ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ﴾ فَاَمَرَ اُولِي الْاَمْرِ بِرَدِّ الْمُتَنَازَعِ فِيْهِ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَ سُنَّةِ نَبِيِّهِ اِذَا كَانَتِ الْعَامَّةُ وَمَنْ لَّيْسَ مِنْ اَهْلِ الْعِلْمِ لَيْسَتْ هٰذِهٖ مَنْزِلَتُهُمْ لِاَنَّهُمْ لَا يَعْرِفُوْنَ كَيْفِيَّةَ الرَّدِّ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ وَ السُّنَّةِ وَ وُجُوْهَ دَلَائِلِهِمَا عَلٰى اَحْكَامِ الْحَوَادِثِ فَثَبَتَ اَنَّهُ خِطَابٌ لِلْعُلَمَاءِ۔

(احکام القرآن للجصاص ج2ص299)

ترجمہ: خدا، مصطفیٰ اور فقہاء کی اطاعت کے حکم کے بعد اللہ تعالیٰ کا ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ﴾ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ "اولی الامر" سے مراد فقہاء ہیں اس لئے کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو فقہاء کی تقلید کا حکم دیا اس کے بعد "اولی الامر" کو حکم دیا کہ جن مسائل میں تمہارا آپس میں اختلاف ہو جائے تو ان کا فیصلہ قرآن و سنت سے کرائیں اس لئے کہ وہ ایمان والے جو خود علم نہیں رکھتے انہیں نئے پیش آنے والے مسائل میں کتاب و سنت کے معانی اور ان کی طرف رجوع کے طریقوں کا علم بھی نہیں ہوتا۔ ثابت ہوا کہ ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ﴾ کا خطاب علماء کو ہے نہ کہ غیر علماء کو۔

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان (المتوفیٰ:1307ھ) مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَالظَّاهِرُ اَنَّهُ خِطَابٌ مُسْتَقِلٌّ مُوَجَّهٌ لِلْمُجْتَهِدِيْنَ۔

(تفسیر فتح البیان، ج:2، ص:308)

ترجمہ: یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ﴾ کا خطاب الگ ہے اور اس کے مخاطب مجتہدین ہیں۔

دلیل نمبر3:

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ

(سورۃ النساء، رقم الآیۃ:83)

ترجمہ: جب ان لوگوں کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے فوراً پھیلا دیتے ہیں اور اگر (پھیلانے سے پہلے) وہ لوگ رسول اللہ اور مسلمانوں میں سے معاملہ فہم لوگوں کی طرف اس بات کے لئے رجوع کرتے تو اہل استنباط (فقہاء) ان کو اس کی حقیقت سے آگاہ کر دیتے۔

امام ابو بکر احمد بن علی الجصاص الرازی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:370ھ) مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

أَنَّ الْعَامِيَّ عَلَيْهِ تَقْلِيْدُ الْعُلَمَاءِ فِيْ أَحْكَامِ الْحَوَادِثِ۔

(احکام القرآن للجصاص، تحت سورۃ النساء، آیت:83)

ترجمہ: اس آیت سے ثابت ہوا کہ نئے پیش آنے والے مسائل میں غیر مجتہد پہ مجتہدین کی تقلید واجب ہے۔

مشہور غیر مقلد عالم نواب صدیق حسن خان (المتوفیٰ:1307ھ) مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

فِي الْاٰيَةِ اِشَارَةٌ اِلٰى جَوَازِ الْقِيَاسِ۔

(تفسیر فتح البیان، ج:2، ص:330)

ترجمہ: اس آیت میں قیاس کے جائز ہونے کا اشارہ موجود ہے۔

اعتراض:

مذکورہ آیت جنگ کے بارے میں ہے۔

جواب:

امام علاء الدین عبد العزیز بن احمد بن محمد البخاری رحمہ اللہ (المتوفیٰ:730ھ) فرماتے ہیں:

اَلْعِبْرَۃُ لِعُمُوْمِ اللَّفْظِ لَا لِخُصُوْصِ السَّبَبِ.

(کشف الاسرار شرح اصول البزدوی، باب حکم الاجماع)

ترجمہ: قرآنی آیات میں الفاظ کا حکم عام ہوتا ہے مخصوص واقعہ کے ساتھ وہ حکم خاص نہیں ہوتا۔

ہاں اگر تخصیص پہ کوئی دلیل موجود ہو تو پھر اس کا اعتبار ہوگا، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آیت کا شان نزول سے کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ آیت کو سمجھنے میں شان نزول کا دخل ہے مگر آیت شان نزول کے ساتھ خاص نہیں ہوتی۔

دلیل نمبر4:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔

(سورۃ التوبۃ، رقم الآیۃ:122)

ترجمہ: ایسا کیوں نہ ہو کہ مسلمانوں کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹا گروہ جہاد کے لئے چلا جائے تاکہ جو باقی رہ جانے والے ہیں وہ دینی مسائل کو سمجھیں اور جب مجاہدین واپس آجائیں تو یہ علماء انہیں مسائل سے آگاہ کریں تاکہ وہ ان مسائل میں شریعت کی مخالفت سے بچے رہیں۔

امام ابو بکر احمد بن علی الجصاص الرازی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:370ھ) فرماتے ہیں:

فَأَوْجَبَ الْحَذَرَ بِإِنْذَارِهِمْ وَأَلْزَمَ الْمُنْذَرِيْنَ قَبُوْلَ قَوْلِهِمْ.

(احکام القرآن للجصاص، تحت سورۃ النساء، آیت:83)

ترجمہ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غیر علماء پر اس بات کو واجب کیا ہے کہ جب علماء ان کو شریعت کے احکامات سے آگاہ کریں تو وہ اللہ کی نافرمانی سے بچیں اور علماء کی بات مانیں۔

دلیل نمبر5:

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۴۳

(سورۃ النحل: رقم الآیۃ:43)

ترجمہ: اگر تمہیں (دین کی کسی بات کا) علم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھ لو۔

حافظ جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین السیوطی الشافعی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:911ھ) مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اُسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰى جَوَازِ التَّقْلِيْدِ فِي الْفُرُوْعِ لِلْعَامِّيِّ.

(الاکلیل فی استنباط التنزیل، تحت آیت:43)

ترجمہ: اس آیت سے مسائل فرعیہ میں غیر مجتہدین کے لئے تقلید کے جواز پہ استدلال کیا گیا ہے۔

مفتی بغداد سید محمود بن عبد اللہ المعروف علامہ آلوسی البغدادی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:1270ھ) مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وَاسْتُدِلَّ بِهَا أَيْضًا عَلٰى وُجُوْبِ الْمُرَاجَعَةِ لِلْعُلَمَاءِ فِيْمَا لَا يَعْلَمُ.

(روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، تحت: سورۃ النحل: آیت:43)

[Website: DifaAhleSunnat.com]

ترجمہ: اس آیت کریمہ سے بھی ان مسائل میں علماء کی طرف رجوع کے وجوب پر استدلال کیا گیا ہے جو مسائل لوگوں کو معلوم نہیں۔

دلیل نمبر 6:

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ.

(صحیح البخاری، باب أجر الحاکم إذا اجتهد فأصاب أو أخطأ، رقم الحدیث:7352)

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جب کوئی فیصلہ کرنے والا فیصلہ کرنے میں صحیح اجتہاد کرے تو اسے دو اجر ملتے ہیں اور اگر اس نے اجتہاد میں خطا کی تو اسے ایک اجر (پھر بھی) ملتا ہے۔

اھل السنۃ والجماعۃ کا نظریہ:

اھل السنۃ والجماعۃ کا نظریہ ہے کہ نبی معصوم، صحابی محفوظ اور مجتہد ماجور ہوتا ہے۔

نبی کے "معصوم" ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی سے گناہ ہونے نہیں دیتے۔ صحابی کے "محفوظ" ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ صحابی سے گناہ ہونے کا امکان بلکہ کسی کسی سے صدور اور وقوع بھی ہو جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں اس گناہ کو باقی نہیں رہنے دیتے اور مجتہد کے "ماجور" ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ مجتہد سے (اجتہاد میں کبھی) خطا بھی ہو جائے تو اس خطا پر مواخذہ کے بجائے اجر ملتا ہے۔

(تنقیحات متکلم اسلام)

فائدہ: مجتہد کا رفع الیدین خطا ہو تب بھی اجر۔ اس لئے کہ وہ ماہر ہے اور ماہر کی خطا کو شریعت بھی قبول کرتی ہے، ہمارا عرف بھی قبول کرتا ہے۔

شبہ:

صحیح البخاری کی اس حدیث مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ مجتہد کے درست اجتہاد پہ دو اجر ملتے ہیں جبکہ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ (المتوفیٰ:405ھ) نے ایک حدیث مبارک نقل کی۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلَيْنِ اِخْتَصَمَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِعَمْرٍو اِقْضِ بَيْنَهُمَا فَقَالَ أَقْضِي بَيْنَهُمَا وَأَنْتَ حَاضِرٌ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: نَعَمْ! عَلَى أَنَّكَ إِنْ أَصَبْتَ فَلَكَ عَشْرُ أُجُوْرٍ وَإِنِ اجْتَهَدْتَ فَأَخْطَأْتَ فَلَكَ أَجْرٌ.

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم، رقم الحدیث:7087)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو شخص اپنا جھگڑا لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو سے فرمایا ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرو، انہوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں آپ کی موجودگی میں فیصلہ کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! فیصلہ کرو۔ اگر آپ نے درست فیصلہ کیا تو آپ کے لیے دس اجر ہیں اگر آپ نے اجتہاد کیا اور اس میں خطا ہو گئی تو پھر آپ کے لیے ایک اجر ہے۔

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ درست اجتہاد پہ دس اجر ملتے ہیں۔ بظاہر ان دونوں حدیثوں میں تعارض ہے۔

جواب:

1: مجتہد کو اجتہاد پہ اجر اس کی محنت اور کوشش کے مطابق ملتا ہے، کم کوشش پہ اجر کم اور اور زیادہ کوشش پہ اجر زیادہ ملتا ہے۔

2: مجتہد کی ذاتی صلاحیت کے اعتبار سے اجر میں فرق ہوتا ہے۔ مجتہد مطلق کے لئے اجر زیادہ، باقیوں کے لئے اجر کم ہوتا ہے۔

3: اصل اجر تو ایک ہوتا ہے لیکن "مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا" کے تحت ہر نیک عمل پہ دس گنا اجر ملتا ہے چونکہ درست اجتہاد بھی ایک نیک عمل ہے اس لئے اس پہ بھی دس اجر ملتے ہیں۔

باقی جو دو اجر ہیں وہ کم از کم ہیں ان میں ایک اجر نفسِ اجتہاد کا اور دوسرا اجر درست ہونے کا ہے۔

(تنقیحات متکلم اسلام)

دلیل نمبر 7:

عَنْ أُنَاسٍ مِنْ أَهْلِ حِمْصَ مِنْ أَصْحَابِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَرَادَ أَنْ يَبْعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ قَالَ: كَيْفَ تَقْضِي إِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَاءٌ قَالَ أَقْضِي بِكِتَابِ اللهِ قَالَ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي كِتَابِ اللهِ قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا فِي كِتَابِ اللهِ قَالَ أَجْتَهِدُ رَأْيِي وَلَا آلُو فَضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدْرَهُ وَقَالَ الْحَمْدُ لِلهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللهِ لِمَا يُرْضِي رَسُولَ اللهِ.

(سنن ابی داؤد، باب اجتهاد الرای فی القضاء، رقم الحدیث:3119)

ترجمہ: علاقہ حمص کے چند لوگ جو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے دوست تھے وہ کہتے ہیں کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کیا تو فرمایا: اے معاذ! وہاں جا کر لوگوں کے درمیان فیصلے کیسے کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں کتاب اللہ کو سامنے رکھ کر لوگوں کے فیصلے کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اگر آپ کو وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ مل سکے تو پھر؟ انہوں نے عرض کی: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں سے اس کا حل تلاش کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اگر دونوں (قرآن وسنت میں واضح الفاظ) میں نہ ملے تو پھر؟ انہوں نے عرض کی: میں کسی قسم کی کوتاہی کیے بغیر اپنی (مجتہدانہ) رائے سے اس کو حل کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خوش ہو کر) آپ رضی اللہ عنہ کے سینے پر اپنا ہاتھ مبارک مارا اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! آپ کا شکر ہے کہ آپ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قاصد سے وہ بات کہلوائی جس کو سن کر آپ کا پیغمبر (دلی طور پر بہت) خوش ہوا۔

تصحیح الحدیث:

1: امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر المالکی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:463ھ) فرماتے ہیں:

وَحَدِيثُ مُعَاذٍ صَحِيحٌ مَشْهُورٌ۔

(جامع بیان العلم وفضلہ، باب نفی الالتباس فی الفرق بین الدلیل، الرقم:1681)

ترجمہ: حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی (مذکور) حدیث صحیح، مشہور ہے۔

2: حافظ ابو العباس احمد بن عبد الحلیم المعروف ابن تیمیہ رحمہ اللہ (المتوفیٰ:728ھ) فرماتے ہیں:

وهٰذَا الْحَدِيثُ فِي الْمَسَانِيدِ وَالسُّنَنِ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ

(مقدمۃ فی اصول التفسیر، فصل تفسیر القرآن بالقرآن)

ترجمہ: یہ حدیث مبارک عمدہ سند کے ساتھ مسندات اور سنن میں موجود ہے۔

3: حافظ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر المعروف ابن قیم رحمہ اللہ (المتوفیٰ:751ھ) فرماتے ہیں:

وَهٰذَا إِسْنَادٌ مُتَّصِلٌ وَرِجَالُهُ مَعْرُوفُونَ بِالثِّقَةِ عَلَى أَنَّ أَهْلَ الْعِلْمِ قَدْ نَقَلُوهُ وَاحْتَجُّوا بِهِ۔

(اعلام الموقعین عن رب العالمین، فصل: کان اصحاب النبی یجتهدون ویقیسون)

ترجمہ: اس حدیث کی سند متصل ہے اور اس کے رُواۃ ثقاہت میں معروف ہیں۔ اور اہل علم اس کو نقل کرتے ہیں اور اس کو (حجیت اجتہاد و قیاس پر بطور) دلیل پیش کرتے ہیں۔

چند فوائد:

1: حضرت معاذ بن جبل کو یمن کی طرف معلم، قاضی اور گورنر بنا کر بھیجا، معلوم ہوا کہ ہر بندہ قرآن وحدیث خود نہیں سمجھ سکتا۔

2: "فَإِنْ لَمْ تَجِدْ" اور "فَإِنْ لَمْ يَكُنْ" میں فرق ہے۔ چنانچہ اگر مسئلہ کا حل موجود ہی نہ ہو تو "فَإِنْ لَمْ يَكُنْ" کہتے ہیں اور اگر مسئلہ کا حل تو موجود ہو لیکن ہر کسی کو نہ ملے تو "فَإِنْ لَمْ تَجِدْ" کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں "فَإِنْ لَمْ تَجِدْ" فرمایا، "فَإِنْ لَمْ يَكُنْ" نہیں فرمایا گویا اشارہ فرما دیا کہ مسئلہ کا حل قرآن وسنت میں موجود تو ہے لیکن ہر کسی کو نہیں ملے گا بلکہ صرف اسے ملے گا جو اجتہاد ورائے اور تفقہ فی الدین کی نعمت کا حامل ہو۔

3: اس حدیث میں اجتہاد کے جواز کی دلیل ہے۔

4: اجتہاد پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکر ادا فرمایا۔

دلیل نمبر 8:

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: وَعَظَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بَعْدَ صَلَاةِ الْغَدَاةِ مَوْعِظَةً بَلِيغَةً ذَرَفَتْ مِنْهَا الْعُيُونُ وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ فَقَالَ رَجُلٌ: إِنَّ هٰذِهِ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَمَاذَا تَعْهَدُ إِلَيْنَا يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ يَرَى اخْتِلَافًا كَثِيرًا وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّهَا ضَلَالَةٌ فَمَنْ أَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَعَلَيْهِ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ۔

(سنن ابی داود، باب فی لزوم السنۃ، رقم الحدیث:4607)

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز فجر کے بعد ایک نہایت مؤثر خطبہ دیا جس سے آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور دل کانپ اٹھے۔ (مجمع میں سے) ایک شخص نے عرض کی: یارسول اللہ! اس خطبہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ دنیا سے جانے والے ہیں۔ (اگر میں صحیح سمجھا ہوں تو) ہمیں کچھ وصیت فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا اور امیر کی بات ماننا، اس کی اطاعت کرتے رہنا اگرچہ وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ آپ میں سے جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے تو وہ بہت اختلافات دیکھیں گے۔ دین میں نئی نئی باتوں سے بچنا اس لیے کہ یہ گمراہی ہے۔ جو شخص میرے بعد اس (گمراہی والے زمانے) کو پائے تو (اس کے بچنے کے لیے) اس پر لازم ہے کہ میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی کرنا اور (عرب محاورے کے طور پر یہ بھی فرمایا کہ) دانتوں سے (مضبوطی کے ساتھ) پکڑنا۔

تحقیق السند:

1: امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:279ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ۔

(جامع الترمذی، باب ماجاء فی الاخذ بالسنۃ واجتناب البدع، رقم الحدیث:2676)

ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے۔

2: امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ (المتوفیٰ:405ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ لَيْسَ لَهُ عِلَّةٌ

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم، رقم الحدیث 329)

ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے اس کی سند میں کوئی ضعف نہیں ہے۔

3: حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:748ھ) فرماتے ہیں:

صَحِيحٌ لَيْسَ لَهُ عِلَّةٌ

(التلخیص علی المستدرک، رقم الحدیث 329)

ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے اس کی سند میں کوئی ضعف نہیں ہے۔

چند فوائد:

الف: خلیفہ راشد کی سنت اور اجتہاد میں فرق:

خلیفہ راشد کے اجتہاد کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں تلقی بالقبول (قابل تسلیم ہونے کا اعزاز) حاصل ہو جائے تو وہ اجتہاد؛ سنت کا درجہ حاصل کر لیتا ہے جس سے روگردانی جائز نہیں۔ ورنہ محض اجتہاد ہوتا ہے جس سے اتفاق اور اختلاف دونوں کا حق حاصل ہوتا ہے ایسی صورت میں کوئی بھی مجتہد اس اجتہاد سے اختلاف بھی کر سکتا ہے اور اتفاق بھی کر سکتا ہے۔

ب: بیک وقت خلیفہ راشد ایک ہوتا ہے:

اس لئے اس حدیث مبارک سے تقلید شخصی بھی ثابت ہوتی ہے۔

ج: دیکھنے میں دو حقیقت میں ایک:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت ایک ہی ہوتی ہے اس لئے ایک حدیث میں "تَمَسَّكُوْا بِهَا" فرمایا "تَمَسَّكُوْا بِهِمَا" نہیں فرمایا۔

د: دور خلافت راشدہ تکمیل نبوت کا دور:

یعنی جو کام دور نبوت میں مکمل نہیں ہوئے وہ خلافت راشدہ کے دور میں مکمل ہوئے۔

مثال نمبر 1:

مسیلمہ کذاب کا قتل اس بارے میں تشکیل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں ہوئی لیکن تکمیل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوئی۔

مثال نمبر 2:

رمضان المبارک میں پورا مہینہ، ایک امام کے پیچھے باجماعت تراویح۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے شروع کرانا چاہتے تھے لیکن کہیں امت پہ "فرض" نہ ہو جائے اس خدشہ کی وجہ سے چھوڑ دی جس کی تکمیل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوئی۔ اب سنت مؤکدہ ہے فرض نہیں۔

مثال نمبر 3:

نماز جمعۃ المبارک کے لیے دو اذانیں حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مقرر ہوئیں۔

مثال نمبر 4:

رمضان المبارک میں 20 رکعات تراویح اس طرح ادا کرنا کہ ہر چار رکعتوں کے بعد ترویحہ "وقفہ" ہو یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا۔

ہ: خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں ترتیب عقلی:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بالترتیب پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق، پھر حضرت عمر، پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔

ان کی خلافت کی یہ ترتیب اس لیے ہے کہ ان میں پہلے دو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ

[Website: DifaAhleSunnat.com]

وسلم کے "سسر" ہیں اور باقی دو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے "داماد" ہیں۔ سسر چونکہ باپ کی جگہ ہوتا ہے جو کہ "پہلے" ہوتا ہے اور داماد؛ بیٹے جگہ ہوتا ہے جو کہ "بعد" میں ہوتا ہے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سسر ہیں اور بڑے ہیں اور حضرت عمر سسر ہیں اور چھوٹے ہیں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام پہلے قبول کیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعد میں قبول کیا ہے۔ تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نمبر "پہلا" ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نمبر "دوسرا" ہے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دوہرے داماد ہیں اور ان کا نکاح پہلے سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سے ہوا اور بعد میں حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے ہوا جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اکہرے داماد ہیں اور ان کا نکاح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بعد میں ہوا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نمبر "تیسرا" بنتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نمبر "چوتھا" بنتا ہے۔ رضی اللہ عنہم

و:　خلافت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت خلافت راشدہ موعودہ فی القرآن نہیں بلکہ خلافت عادلہ ہے۔

(تنقیحات متکلم اسلام)

دلیل نمبر 9:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيَأْتِيَنَّ عَلٰى أُمَّتِي مَا أَتٰى عَلٰى بَنِي إِسْرَائِيْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتٰى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَّصْنَعُ ذٰلِكَ وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰى ثِنْتَيْنِ وَ سَبْعِيْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلٰى ثَلَاثٍ وَّسَبْعِيْنَ مِلَّةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوا وَمَنْ هِيَ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي.

(جامع الترمذی: باب ماجاء فی افتراق الامۃ، رقم الحدیث: 2641)

ترجمہ:　حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے ساتھ وہی صورت حال پیش آئے گی جو بنی اسرائیل کے ساتھ پیش آچکی ہے۔ یہاں تک کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کسی (بدبخت) نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدکاری کی ہو گی تو میری امت میں بھی ایسا (بدبخت) شخص ہو گا جو اس (گندے کام) کا مرتکب ہو گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی اور ایک جماعت کو چھوڑ کر باقی سب فرقے جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! جنت میں جانے والی جماعت کون سی ہو گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جو بات میری اور اس کا مطلب میرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے لیں گے۔

تحقیق السند:

1:　امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 279ھ) فرماتے ہیں:

هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ مُفَسَّرٌ غَرِيْبٌ.

(جامع الترمذی: باب ماجاء فی افتراق الامۃ، رقم الحدیث: 2641)

ترجمہ:　یہ حدیث حسن، مفسر غریب درجہ کی ہے۔

2:　غیر مقلد عالم ناصر الدین البانی (المتوفیٰ: 1420ھ) لکھتے ہیں:

حَسَنٌ

(جامع الترمذی باحکام الالبانی، رقم الحدیث: 2641)

ترجمہ: یہ حدیث حسن ہے۔

فوائد حدیث:

الف: تہترواں فرقے کا اضافہ کیوں؟

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح الانصاری الخزرجی شمس الدین القرطبی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 671ھ) فرماتے ہیں:

فَإِنَّهُ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُمُ اجْتِهَادٌ وَإِنَّمَا خُصَّ بِذٰلِكَ أُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(الجامع لاحکام القرآن، تحت: سورۃ الاعراف: آیت: 145)

ترجمہ: گزشتہ امتوں میں اجتہاد کی نعمت نہیں تھی یہ صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی خصوصیت ہے۔

فائدہ: جب اجتہاد نہ تھا تو اس نعمت کے دشمن بھی نہ تھے، اب امت محمدیہ میں اجتہاد کی نعمت ہے تو اس کا دشمن بھی پیدا ہو گیا ہے۔ اس لیے تعداد میں اضافہ ہو گیا ہے۔

ب: تہترواں فرقہ کون سا؟

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح الانصاری الخزرجی شمس الدین القرطبی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 671ھ) فرماتے ہیں:

وَقَدْ قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ الْعَارِفِيْنَ: هٰذِهِ الْفِرْقَةُ الَّتِيْ زَادَتْ فِيْ فِرَقِ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمْ قَوْمٌ يُعَادُوْنَ الْعُلَمَاءَ وَيَبْغُضُوْنَ الْفُقَهَاءَ وَلَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ قَطُّ فِي الْأُمَمِ السَّالِفَةِ۔

(الجامع لاحکام القرآن، تحت: سورۃ الانعام: آیت: 153)

ترجمہ: بعض صاحب کشف علماء فرماتے ہیں یہ تہترواں فرقہ جو اس امت میں زیادہ ہوا جس کا وجود پہلی امتوں میں نہیں تھا یہ وہ لوگ ہیں جو علماء سے عداوت اور فقہاء سے بغض رکھتے ہیں۔

ج: لفظ اور معنیٰ دونوں صحابی سے:

مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کے لفظ بھی صحابی سے اور معنیٰ بھی صحابی سے لینا ہے۔

دلیل نمبر 10:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنْ نَزَلَ بِنَا أَمْرٌ لَيْسَ فِيْهِ بَيَانُ أَمْرٍ وَلَا نَهْيٍ فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: تُشَاوِرُوْنَ الْفُقَهَاءَ وَالْعَابِدِيْنَ وَلَا تُمْضُوْا فِيْهِ رَأْيَ خَاصَّةٍ۔

(المعجم الاوسط للطبرانی: رقم الحدیث: 1618)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: یارسول اللہ اگر ہمیں کوئی ایسا مسئلہ پیش آجائے جس کے کرنے کا حکم یا چھوڑنے کی نہی (وضاحت کے ساتھ) موجود نہ ہو تو اس کے بارے آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسی صورت میں فقہاء اور اہل اللہ کی طرف رجوع کرنا۔ ان مسائل میں محض اپنی رائے سے کام نہ لینا۔

تحقیق السند:

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الطبرانی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 360ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ يَرْوِ هٰذَا الْحَدِيْثَ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ صَالِحٍ إِلَّا نُوْحٌ۔

(المعجم الاوسط للطبرانی: رقم الحدیث: 1618)

ترجمہ: اس حدیث پاک کو راوی ولید بن صالح رحمہ اللہ سے صرف نوح بن قیس رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

اَلْوَلِیْدُ بْنُ صَالِحِ بْنِ امْرَأَةِ زَیْدِ بْنِ أَرْقَمَ یَرْوِیْ عَنْ زَیْدِ بْنِ أَرْقَمَ رَوٰی عَنْهُ نُوْحُ بْنُ قَیْسٍ۔

(کتاب الثقات لابن حبان: رقم الترجمۃ:5883)

ترجمہ: (حدیث مذکور کے راوی) ولید بن صالح رحمہ اللہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ (کے صلبی بیٹے نہیں بلکہ) ان کی بیوی (جو پہلے صالح کی زوجہ تھیں اُن) کے بیٹے ہیں۔ ولید بن صالح رحمہ اللہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کرتے ہیں اور ان سے نوح بن قیس رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں۔

فائدہ: امام محمد بن حِبّان التمیمی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:354ھ) نے مذکورہ بالا بات ذکر کر کے ولید بن صالح رحمہ اللہ کی ثقاہت بیان کر رہے ہیں۔

نُوْحُ بْنُ قَیْسٍ------ وَثَّقَهُ یَحْیَی بْنُ مَعِیْنٍ۔

(لسان المیزان لابن حجر العسقلانی، رقم الترجمۃ:5070)

ترجمہ: امام یحی بن معین رحمہ اللہ نے (مذکور حدیث کے راوی) نوح بن قیس رحمہ اللہ کی ثقاہت بیان کی ہے۔

امام حافظ علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:807ھ) فرماتے ہیں:

رَوَاهُ الطَّبْرَانِیُّ فِی الْأَوْسَطِ وَرِجَالُهُ مُوَثَّقُوْنَ مِنْ أَهْلِ الصَّحِیْحِ۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: باب فی الاجماع، رقم الحدیث:834)

ترجمہ: امام طبرانی رحمہ اللہ نے یہ حدیث المعجم الاوسط میں نقل کی ہے، اس حدیث مبارک کو نقل کرنے والے راوی صحیح اور قابل اعتماد ہیں۔

تقلید شخصی کے دلائل

دلیل نمبر 1:

وَّ اتَّبِعۡ سَبِیۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَیَّ۔

(سورۃ لقمان، رقم الآیۃ:15)

ترجمہ: اور اس شخص کے راستے پہ چلو جس نے میری طرف رجوع کیا ہو۔

امام علاء الدین علی بن محمد بن ابراہیم المعروف خازن رحمہ اللہ (المتوفیٰ:741ھ) مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

﴿وَّ اتَّبِعۡ سَبِیۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَیَّ﴾ أَیِ اتَّبِعْ دِیْنَ مَنْ أَقْبَلَ إِلَیَّ طَاعَتِیْ وَھُوَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُہٗ وَقِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ یَعْنِیْ أَبَابَکْرِنِ الصِّدِّیْقَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ۔

(تفسیر القرآن العظیم المعروف تفسیر الخازن، تحت سورۃ لقمان: آیت:15)

ترجمہ: اس شخص کی پیروی کرو جس نے میری بات مان کر میری طرف رجوع کیا ہو اور وہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، ایک تفسیر کے مطابق اس آیت میں رجوع الی اللہ کرنے والے شخص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

فائدہ: اس کی ایک تفسیر میں محض حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات مراد ہے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ شخص واحد ہے جن کی بات ماننا "تقلید شخصی" کہلائے گا۔

فائدہ: آیت میں "سبیل" صیغہ مفرد ہے، جو کہ "تقلید شخصی" پر دلالت کر رہا ہے۔

دلیل نمبر 2:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِیْہِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ أَتَتِ امْرَأَۃٌ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَھَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَیْہِ قَالَتْ أَرَأَیْتَ إِنْ جِئْتُ وَلَمْ أَجِدْکَ ... کَأَنَّھَا تَقُوْلُ الْمَوْتَ... قَالَ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنْ لَمْ تَجِدِیْنِیْ فَأْتِیْ أَبَابَکْرٍ۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث:3659)

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک خاتون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعد میں آنا۔ اس نے کہا کہ اگر بعد میں آؤں اور آپ کو موجود نہ پاؤں تو؟ یعنی آپ دنیا چھوڑ چکے ہوں تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آپ مجھے موجود نہ پائیں تو ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس چلی آنا۔

فائدہ: یہ روایت بھی تقلید شخصی کی دلیل ہے۔

دلیل نمبر 3:

عَنْ هُزَیْلَ بْنَ شُرَحْبِیْلَ رَحِمَہُ اللہُ قَالَ سُئِلَ أَبُوْ مُوْسٰی عَنْ بِنْتٍ وَابْنَۃِ ابْنٍ وَأُخْتٍ فَقَالَ لِلْبِنْتِ النِّصْفُ وَلِلْأُخْتِ النِّصْفُ وَأْتِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ فَسَیُتَابِعُنِیْ فَسُئِلَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ وَأُخْبِرَ بِقَوْلِ أَبِیْ مُوْسٰی فَقَالَ لَقَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُھْتَدِیْنَ أَقْضِیْ فِیْھَا بِمَا قَضَی النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلْابْنَۃِ النِّصْفُ وَلِابْنَۃِ ابْنٍ السُّدُسُ تَکْمِلَۃَ الثُّلُثَیْنِ وَمَا بَقِیَ فَلِلْأُخْتِ فَأَتَیْنَا أَبَا مُوْسٰی فَأَخْبَرْنَاہُ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ۔ فَقَالَ: لَا تَسْأَلُوْنِیْ مَادَامَ ھٰذَا الْحَبْرُ فِیْکُمْ۔

(صحیح البخاری، باب المیراث ابنۃ الابن مع بنت، رقم الحدیث:6736)

ترجمہ: حضرت ھذیل بن شرحبیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی فوت ہوا اور اسے ورثاء میں ایک بیٹی، ایک پوتی اور ایک بہن ہے تو وراثت کیسے تقسیم ہوگی؟ آپ نے فرمایا: آدھی وراثت بیٹی کو اور آدھی بہن کو ملے گی۔ مزید تم

[Website: DifaAhleSunnat.com]

عبد اللہ بن مسعود سے پوچھ لو وہ بھی یہی مسئلہ بتائیں گے۔ جب حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں بھی قصداً ابو موسیٰ اشعری کی طرح (اجتہادی خطا پر محمول) مسئلہ بتاؤں تو میں درست راستے سے ہٹ جاؤں گا۔ اس بارے میں وہی مسئلہ بتاتا ہوں جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور فیصلہ ذکر فرمایا وہ یہ کہ آدھی وراثت بیٹی کو ملے گی، ثلثین (دو تہائی) مکمل کرنے کے لئے چھٹا حصہ پوتی کو ملے گا اور جو باقی بچ جائے وہ بہن کو ملے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بھی بتایا اس پہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تک یہ علم کا سمندر آپ لوگوں میں موجود ہے تو مجھ سے مسائل نہ پوچھا کرو۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ہر فن میں ماہر فن کی بات معتبر ہوتی ہے۔

1: حضرت عمر اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما:

حافظ عز الدین ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الکریم المعروف ابن اثیر جزری رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 630ھ) لکھتے ہیں:

وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِذَا مَاتَ مَيِّتٌ يَسْأَلُ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَإِنْ حَضَرَ الصَّلَاةَ عَلَيْهِ صَلّٰى عَلَيْهِ عُمَرُ وَإِنْ لَّمْ يَحْضُرْ حُذَيْفَةُ الصَّلَاةَ عَلَيْهِ لَمْ يَحْضُرْ عُمَرُ۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ تحت الترجمۃ: حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما)

ترجمہ: مدینہ منورہ میں جب کوئی جنازہ آتا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ معلوم کرواتے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جنازے میں شامل ہیں یا نہیں؟ اگر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ شریک ہوتے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نمازِ جنازہ پڑھا دیتے اور اگر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ شریک نہ ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس جنازے میں شریک نہ ہوتے۔

2: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا خواب:

امام شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان الذھبی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 748ھ) فرماتے ہیں:

عَنْ أَبِيْ يَحْيَى الْحِمَّانِيِّ سَمِعْتُ أَبَا حَنِيْفَةَ يَقُوْلُ: رَأَيْتُ رُؤْيَا أَفْزَعَتْنِي رَأَيْتُ كَأَنِّيْ أَنْبُشُ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُ الْبَصْرَةَ فَأَمَرْتُ رَجُلًا يَسْأَلُ مُحَمَّدَ بْنَ سِيْرِيْنَ. فَسَأَلَهُ فَقَالَ: هٰذَا رَجُلٌ يَنْبُشُ أَخْبَارَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

(سیر اعلام النبلاء للذھبی، تحت الترجمہ: ابو حنیفۃ النعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو یحیٰ الحمانی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میں نے ایک ایسا خواب دیکھا جس نے مجھے خوفزدہ کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ گویا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اقدس کو کرید رہا ہوں۔ میں بصرہ آیا اور ایک شخص کو (امام المعبرین) محمد بن سیرین رحمہ اللہ کے پاس (خواب کی تعبیر کے لیے) بھیجا۔ اس کے تعبیر پوچھنے پر امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خواب دیکھنے والا شخص اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کی تحقیق اور جستجو والا کام کرے گا۔

3: امیر شریعت اور مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہما:

جامعہ خیر المدارس ملتان کے شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق صاحب رحمہ اللہ؛ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی وسعتِ ظرفی کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مجلس احرار کا جلسہ تھا، صدارت مولانا خیر محمد صاحب کی تھی، جلسے کے بعد کسی نے پوچھ لیا کہ غیر مقلدوں کے پیچھے نماز ہوتی ہے؟ شاہ جی فرمانے لگے سب مسلمانوں کے پیچھے ہو جاتی ہے۔ جب انہوں نے یہ کہہ دیا تو مولانا خیر محمد صاحب فرمانے لگے کی میرے دل میں خیال آیا یہ تو غلط مسئلہ بیان ہو گیا ہے۔ اب ادھر شاہ جی ہیں، شاہ جی کا مجمع ہے اور میں ایسے مجمع میں شاہ جی کے خلاف بات کیسے کروں؟ لیکن پھر میں نے حوصلہ کیا اور میں نے کہا کہ حق صدارت میں کوئی بات کہنا چاہتا ہوں تو سب لوگ خاموش ہو گئے، فرمایا: دو قصے ہیں ایک

ہے انگریز کو ملک سے کیسے نکالنا ہے اس کے بارے میں شاہ جی زیادہ جانتے ہیں کہ کیسے نکالنا ہے؟ کن لوگوں کو ساتھ ملانا ہے؟ کن لوگوں کو ساتھ چلانا ہے؟ باقی جائز ناجائز باتیں ہم زیادہ جانتے ہیں۔ غیر مقلدوں کے پیچھے اتنے وجوہ سے نماز صحیح نہیں ہوتی۔ شاہ جی کا ظرف اتنا وسیع تھا کہ فوراً فرمایا کہ جو مسئلہ مولانا خیر محمد صاحب نے بتلایا ہے وہی صحیح ہے۔ فرمایا: بعد میں کچھ لوگ آئے اور کہا کہ اگر آپ نہ بتلاتے تو اس دوران ہم سب نے غیر مقلد ہو جانا تھا کیونکہ وہاں سے شرط لگ کر آئی تھی کہ تمہارے پیچھے اگر نماز ہوتی ہوئی تو ہم بھی غیر مقلد ہو جائیں گے۔

(ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان بابت ماہ اگست 2014ء، شوال 1435ھ ص:19، 20)

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور پیر ذوالفقار احمد نقشبندی حفظہ اللہ کا حسن ظن:

علمائے اہل السنت حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل ہیں لیکن بعض لوگ ایسے ہیں جو حیات کے منکر ہیں۔ یہ "مماتی" کہلاتے ہیں ہم ان کو "پتھری" کہتے ہیں۔ جہاں پتھری کا نام آئے گا آپ سمجھ لیں یہ مماتی بندہ ہے۔ اب یہ مسئلہ تو بہت مشکل ہے، علماء کے سمجھانے کا ہے۔ ان مسائل کے اسپیشلسٹ موجود ہیں۔ جیسے مولانا الیاس گھمن صاحب اس مسئلہ کے ماہر ہیں۔ اگر آپ تفصیل معلوم کرنا چاہیں تو ان کے پاس جائیں وہ آپ کو قرآن وحدیث کی روشنی میں حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوری تفصیل بتائیں گے۔

(سورۃ الحجرات کے ساٹھ فوائد، ص:61)

دلیل نمبر 4:

عَنْ رَبَاحٍ رَحِمَهُ اللهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ النَّاسَ فِي الْجَابِيَةِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنِ الْقُرْآنِ فَلْيَأْتِ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنِ الْفَرَائِضِ فَلْيَأْتِ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنِ الْفِقْهِ فَلْيَأْتِ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنِ الْمَالِ فَلْيَأْتِنِي فَإِنَّ اللهَ جَعَلَنِي خَازِنًا وَقَاسِمًا.

(المصنف لابن ابی شیبۃ: باب ما قالوا فیمن یبدا بہ فی الاعطیۃ، رقم الحدیث: 33567، اسنادہ صحیح)

ترجمہ: حضرت رباح رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جابیہ کے مقام پہ خطبہ دیتے ہوئے بعد حمد وثناء کے فرمایا: جو شخص قران کے بارے کچھ معلوم کرنا چاہے تو وہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس جائے۔ جس نے میراث کے مسائل معلوم کرنے ہوں تو وہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس جائے، جس نے کوئی فقہ کا مسئلہ پوچھنا ہو تو وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس جائے اور جس کا کوئی مالی مسئلہ ہو تو وہ میرے پاس آئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مال کا محافظ اور تقسیم کرنے والا بنایا ہے۔

نمبر 3: تقلید پر ہونے والے شبہات کے جوابات

1: مکمل دین کے بعد تقلید کی کیا ضرورت؟:

ایک شبہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ جب دین مکمل ہو گیا تو تقلید کی کیا ضرورت ہے؟ فقہ حنفی تکمیل دین کے بعد میں ہونے کے وجہ سے قابل اعتبار نہیں۔

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ؕ

(سورۃ المائدۃ، رقم الآیۃ:3)

ترجمہ: آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا۔

جواب:

1: مراد اصول کی تکمیل ہے۔

2: تکمیل کا عرفی معنیٰ مراد ہے، جس طرح کے اَلۡیَوۡمَ کا عرفی معنیٰ مراد ہے۔﴿اَلۡیَوۡمَ﴾ میں آج کے دن سے مراد وہ دن نہیں ہے جب آیت نازل ہوئی ہے، بلکہ اس سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے۔ مثلاً لوگ کہتے ہیں: آج نوجوان بہت خراب ہو گئے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ کل ٹھیک تھے آج کے دن ہی خراب ہو گئے بلکہ آج سے مراد آج کا دور اور آج کا زمانہ ہے۔

اسی طرح ﴿اَکۡمَلۡتُ﴾ سے مراد وہ نہیں جو اعتراض کرنے والوں نے سمجھ رکھا ہے۔ بلکہ ﴿اَکۡمَلۡتُ﴾ سے مراد یہ ہے کہ جو قرآن اللہ تعالیٰ نے دیا، دین کامل ہے، اس کی شرح یعنی حدیث، دین کامل ہے، اس قرآن نے اصول دیے، دین کامل ہیں، جو مسائل دیے وہ دین کامل ہیں، ان اصولوں سے قیامت تک آنے والے مسائل کو نکالنے کے لیے مجتہد پیدا فرمائے، وہ جو مسائل نکالیں گے وہ دین کامل ہے۔ دین کامل کا مطلب یہ ہے کہ قرآن بھی دیا ہے، حدیث بھی دی ہے، جو مسائل اس وقت چاہئے تھے وہ بھی دیے ہیں، وہ جو قیامت تک آنے والے مسائل چاہیے تھے وہ بھی دیے ہیں، اس کے لیے اصول بھی دیے ہیں اور اصولوں کی روشنی میں مسائل نکالنے والے مجتہد بھی دیے ہیں۔ سارا کچھ لو گے تو دین کامل بنے گا۔ ورنہ دین کامل بن ہی نہیں سکتا۔

3: اگر تکمیل ہوگئی تو جو آیات اس کے بعد نازل ہوئیں اور جو ارشادات پیغمبر علیہ السلام نے فرمائے، کیا وہ دین کا حصہ نہیں ہوں گے؟

فائدہ: مذکورہ آیت میں دو لفظ استعمال ہوئے ہیں: "اَکۡمَلۡتُ" اور "اَتۡمَمۡتُ"۔ اب فرق ذہن میں رکھیں کہ جب کسی چیز کو مکمل کر دیں تو اسے "اِکمال" کہتے ہیں اور جب اس کے بعد کسی چیز کی ضرورت نہ رہے اسے "اِتمام" کہتے ہیں۔ ایک شخص یوں کہے کہ میں نے آپ کو اتنا کچھ دے دیا ہے کہ اس کے بعد آپ کو ضرورت ہی نہیں رہی۔ یہ جو میں نے اتنا کچھ دے دیا ہے یہ "اِکمال" ہے اور اس کے مزید ضرورت ہی نہیں رہی یہ "اِتمام" ہے۔ جو آپ کو چاہیے تھا میں نے دیا ہے اب کسی کے پاس جانے کی ضرورت ہی نہیں۔

2: قرآن کریم میں "تقلید" کا لفظ موجود نہیں:

ایک شبہ یہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم میں لفظ "تقلید" نہیں، اگر تقلید واجب ہوتی تو یہ لفظ قرآن میں ضرور ہوتا۔

جواب:1:

قرآن مجید میں "تقلید" کا لفظ نہیں لیکن تقلید کا معنیٰ موجود ہے۔ (کئی آیات معنیٰ تقلید پر مشتمل ہیں جس کا تذکرہ ہم تقلید کے دلائل کے ضمن میں کر چکے ہیں) جیسے قرآن مجید میں "توحید" کا لفظ نہیں لیکن توحید کا معنیٰ موجود ہے (سینکڑوں آیات معنیٰ توحید پر مشتمل ہیں، اس

حوالے سے میری مرتب کردہ فائل "عقیدہ توحید" کو موجود ہے) اگر عمل کرنے کے لیے قرآن میں لفظ ہی ضروری ٹھہرایا جائے تو پھر اعتراض کرنے والوں کے مفروضہ ضابطے کے مطابق "توحید" کا بھی (العیاذ باللہ) انکار کرنا پڑے گا۔

جواب:2:

جب فن مدون ہوتا ہے تو "اصطلاحات" بھی ترتیب دی جاتی ہے۔ فقہ موجود تھی لیکن باضابطہ فن کے طور پر موجود نہیں تھی تدوین کے بعد "اصطلاحات" لکھ دی گئیں۔ جس طرح قرآن کریم موجود تھا لیکن تجوید و قراءت کا فن بعد میں مدون ہوا تو "اصطلاحات" بھی بعد میں لکھی گئیں، اسی طرح حدیث پاک جب مدون ہوئیں تو "اصطلاحات" بھی بعد میں لکھی گئیں۔

فائدہ: جب فن ایجاد ہوتا ہے تو اصطلاحات ایجاد ہوتی ہیں جس طرح اصطلاحات صرف و نحو وغیرہ۔

3: قرآن میں "تقلید" کی مذمت کی گئی ہے:

ایک شبہ یہ بھی کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم میں بڑوں کی تقلید سے روکا گیا اور اس کی مذمت کی گئی ہے۔

وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمُ اتَّبِعُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلۡفَیۡنَا عَلَیۡہِ اٰبَآءَنَا

(سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ:170)

ترجمہ: اور جب اُن (کافروں) سے کہا جاتا ہے کہ اُس کلام کی اتباع کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو ان باتوں کی اتباع کریں گے جن پر ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا ہے۔

جواب نمبر 1:

اصولی بات یاد رکھیں کہ جب ایک آیت یا آیت کے ایک حصے میں ایک مسئلہ موجود ہو اور دوسری آیت میں یا آیت کے دوسرے حصے میں اس کی وضاحت موجود ہو تو پھر ایک آیت پڑھنا دوسری آیت کو چھوڑ دینا یا آیت کا ایک حصہ پڑھنا اور دوسرے حصے کو چھوڑ دینا درست نہیں۔ بلکہ ایک طرح کی بدترین علمی خیانت ہے اس اصول کی اصل قرآن کریم میں اس طرح ملتی ہے۔

اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡکِتٰبِ وَ تَکۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنۡ یَّفۡعَلُ ذٰلِکَ مِنۡکُمۡ اِلَّا خِزۡیٌ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ وَ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ یُرَدُّوۡنَ اِلٰۤی اَشَدِّ الۡعَذَابِ ؕ وَ مَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۸۵﴾

(سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ:85)

ترجمہ: کیا تم کچھ کتاب (تورات) پر ایمان لاتے ہو اور کچھ کا انکار کرتے ہو؟ اب بتاؤ کہ جو شخص ایسا (علمی خیانت والا) کام کرے اس کی سزا اس کے سوا کیا ہے کہ دنیوی زندگی میں رسوائی ہو اور قیامت کے ایسے لوگوں کو سخت عذاب کی طرف بھیج دیا جائے گا اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو اللہ اس سے غافل نہیں ہے۔

اب مکمل آیت ملاحظہ فرمائیں:

وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمُ اتَّبِعُوۡا مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ قَالُوۡا بَلۡ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلۡفَیۡنَا عَلَیۡہِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوۡ کَانَ اٰبَآؤُہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ شَیۡئًا وَّ لَا یَہۡتَدُوۡنَ ﴿۱۷۰﴾

(سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ:170)

ترجمہ: اور جب اُن (کافروں) سے کہا جاتا ہے کہ اُس کلام کی اتباع کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو ان باتوں کی اتباع کریں گے جن پر ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا ہے۔ بھلا کیا اس صورت میں بھی (انہیں اسی طرح کی بات کہنی چاہیے؟) جبکہ ان کے آباء واجداد (دین کی ذرہ برابر) سمجھ نہ رکھتے ہوں اور انہوں نے کوئی آسمانی ہدایت بھی حاصل نہ کی؟

فائدہ: اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آباءواجداد اگر علم وفہم سے عاری اور راہِ ہدایت سے بھٹکے ہوئے ہوں تو ان کے راستے کی اتباع مذموم ہے جبکہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ علم وعقل سے متصف اور راہِ ہدایت پر تھے۔ ان کی اتباع سے قرآن کریم منع نہیں کرتا۔ بلکہ اہل علم کی طرف رجوع کا حکم دیتا ہے۔

جواب نمبر2:

تقلید کی دو قسمیں ہیں: 1: تقلید محمود 2: تقلید مذموم

قرآن وحدیث سمجھنے کے لیے اہل علم آباءواجداد کی بات ماننا یہ "تقلید محمود" ہے اور قرآن وحدیث کے مقابلے میں مشرک وجاہل آباء واجداد کی بات ماننا "تقلید مذموم" ہے۔ اس طرح کی آیات "تقلید مذموم" کی تردید کرتی ہیں نہ کہ "تقلید محمود" کی۔

4: خیر القرون میں "تقلید" نہیں تھی:

ایک شبہ یہ بھی کیا جاتا ہے کہ خیر القرون میں تقلید کا وجود نہیں ملتا؟ اگر تقلید تھی تو پھر بتایا جائے کہ کس امام کی تھی؟

جواب:

حافظ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر المعروف بابن قیم رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 751ھ) فرماتے ہیں:

وَالَّذِيْنَ حُفِظَتْ عَنْهُمُ الْفَتْوٰى مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسَلَّمَ مِائَةٌ ونَيِّفٌ وَّثَلَاثُوْنَ نَفْسًا۔

(اعلام الموقعین، خطبۃ الکتاب، تحت: المکثرون فی الفتیا)

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تقریباً 130 حضرات مجتہد تھے جن کے فتاویٰ جات محفوظ ہوئے۔

فائدہ: یہ 130 حضرات مسائل بتاتے اور باقی ان کے بتائے ہوئے اجتہادی مسائل کی تقلید کرتے تھے۔

5: مسلمان کے بجائے خود کو حنفی / مالکی / شافعی یا حنبلی کہنا:

ایک شبہ یہ بھی کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام "مسلمین" رکھا جبکہ مقلدین خود کو اپنے ائمہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے حنفی / مالکی / شافعی اور حنبلی کہتے ہیں۔

هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ

(سورۃ الحج، رقم الآیۃ: 78)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام مسلمین رکھا ہے۔

جواب: 1:

کفار کے مقابلہ میں ہم "مسلمان" ہیں۔ اہل بدعت کے مقابلے میں ہم "اهل السنۃ والجماعۃ" ہیں اور اجتہادی اختلاف میں ہم "حنفی" ہیں۔ جس طرح ملکی سطح پر ہم "پاکستانی" ہیں اور صوبائی سطح پر "پنجابی، سندھی، بلوچی" اور ضلعی سطح پر "سرگودھوی" ہیں۔ تو قرآن مجید میں "مسلمین" بمقابلہ "کافرین" ہے نہ کہ بمقابلہ حنفی / مالکی / شافعی اور حنبلی۔

جواب: 2:

آیت مبارکہ کی وجہ سے اگر خود کو حنفی / مالکی / شافعی اور حنبلی کہنا غلط ہے تو خود کو سلفی اور اثری وغیرہ کہنا کیسے جائز ہوگا؟

6: اختلاف کے باوجود چاروں حق پر کیسے ہو سکتے ہیں؟

ایک شبہ یہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ ایک مسئلہ میں چار ائمہ کا اختلاف ہو جائے تو چاروں حق پر کیسے ہو سکتے ہیں؟ حالانکہ حق ایک ہوتا

ہے۔ لازمی طور پر باقیوں کو باطل کہنا پڑے گا۔

جواب:1:

یہاں حق بمقابلہ "خطاء" ہے جس میں حق پر دو اجر اور خطا پر ایک اجر ملتا ہے۔ یہاں حق بمقابلہ "باطل" نہیں ہے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ.

(صحیح البخاری، باب أجر الحاکم إذا اجتہد فأصاب أو أخطأ، رقم الحدیث: 7352)

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جب کوئی فیصلہ کرنے والا فیصلہ کرنے میں صحیح اجتہاد کرے تو اسے دو اجر ملتے ہیں اور اگر اس نے اجتہاد میں خطا کی تو اسے ایک اجر (پھر بھی) ملتا ہے۔

جواب:2:

عِنْدَاللہ حق ایک ہے اور عِنْدَالنَّاس چاروں حق ہیں۔ جیسے تحرّی قبلہ کے مسئلے میں جہاتِ اربعہ میں نماز درست ہو جاتی ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نماز کی ادائیگی کے لیے جہت قبلہ شرط ہے لیکن کوئی شخص کسی ایسی جگہ جاتا ہے جہاں کوئی ایسا بندہ موجود ہی نہیں جس سے سمتِ قبلہ کی تعیین کروائی جاسکتی ہو اور آثار سے بھی قبلہ رُخ متعین نہ ہو سکتا ہو تو پھر وہ سمت قبلہ کی تعیین میں تحرّی کرے گا۔ یعنی اندازہ لگا کر غالب گمان سے ایک جہت کو جہت قبلہ قرار دے گا۔ پہلے شخص کی طرح دوسرا شخص اسی جگہ پر آتا ہے اور اسے معلوم ہے کہ پہلا شخص تحرّی کر کے نماز ادا کر رہا ہے تو اب دوسرا شخص بھی تحرّی کرے گا۔

فرض کریں کہ پہلے نے تحرّی کرتے ہوئے جس جہت کو متعین کیا تھا وہ شمال کی جہت تھی جو اس علاقے میں جہت قبلہ نہیں بنتی تھی، دوسرے شخص نے جس جہت کو متعین کیا وہ جنوب کی جہت تھی جو اس علاقے میں جہت قبلہ نہیں بنتی تھی۔ اسی طرح تیسرا اور چوتھا شخص آیا انہوں نے بھی پہلے اور دوسرے کی طرح تحرّی سے کام لیا۔ تیسرے نے مشرق کی جہت کو متعین کیا جو اس علاقے میں جہت قبلہ نہیں بنتی تھی اور چوتھے شخص نے مغرب کو جہت قبلہ متعین کیا جو اس علاقے میں جہت قبلہ بنتی تھی۔ اب دیکھیں حقیقت میں جہت قبلہ اس چوتھے شخص کی درست ہے لیکن نماز چاروں کی درست ہو جائے گی۔ اسی طرح عند اللہ اجتہاد ایک امام کا درست ہو گا دوسرے کا خطا پر ہو گا لیکن اللہ کے ہاں قبول سارے ہوں گے۔

جواب:3:

عقائد کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ ہمارا عقیدہ ہی حق اور ہمارے مخالف کا عقیدہ باطل ہے البتہ مسائلِ اجتہادیہ و مذاہب میں یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ ہمارا مذہب درست ہے لیکن اس میں خطا کا احتمال بھی ہے اور ہمارے مخالف کا مذہب خطا ہے لیکن اس میں درست ہونے کا احتمال بھی ہے۔ چنانچہ امام زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 970ھ) فرماتے ہیں:

إِذَا سُئِلْنَا عَنْ مَذْهَبِنَا وَمَذْهَبِ مُخَالِفِينَا فِي الْفُرُوعِ يَجِبُ عَلَيْنَا أَنْ نُجِيبَ بِأَنَّ مَذْهَبَنَا صَوَابٌ يَحْتَمِلُ الْخَطَأَ وَمَذْهَبَ مُخَالِفِينَا خَطَأٌ يَحْتَمِلُ الصَّوَابَ لِأَنَّكَ لَوْ قَطَعْتَ الْقَوْلَ لَمَا صَحَّ قَوْلُنَا إِنَّ الْمُجْتَهِدَ يُخْطِئُ وَيُصِيبُ.

(الاشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفۃ النعمان: تحت: فائدۃ فی اعتقاد الانسان فی مذھبہ ومذھب غیرہ)

ترجمہ: جب فروعی مسائل کے بارے میں ہم سے ہمارے اور ہمارے مخالف کے موقف کے بارے میں پوچھا جائے تو ہماری ذمہ داری ہے ہم یہ جواب دیں کہ "ہمارا موقف درست ہے لیکن اس میں خطاء کا احتمال ہے اور ہمارے مخالف کا موقف خطا ہے لیکن اس میں درست ہونے کا احتمال ہے۔" اس لیے کہ اگر آپ نے حتمی طور پر یہ جواب دیا کہ "ہمارا موقف ہی ٹھیک ہے" تو پھر یہ کہنا کہ "مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور اس کا اجتہاد

درست بھی ہوتا ہے" ٹھیک نہ ہو گا۔

فائدہ: اختلاف کی نوعیتیں الگ الگ ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ

1. ادیان کا اختلاف؛ یہ "حق" اور "باطل" بمعنی "اسلام" اور "کفر" کا اختلاف ہے۔
2. مسلک کا اختلاف؛ یہ "حق" اور "باطل" بمعنی "سنت" اور "بدعت"، "ہدایت" اور "ضلالت" کا اختلاف ہے۔
3. مذہب کا اختلاف؛ یہ "حق" اور "خطا" کا اختلاف ہے جو "باعثِ رحمت" ہے۔
4. منہج کا اختلاف؛ یہ "طریقہ کار" اور "پالیسی" کا اختلاف ہے۔

مثال 1:

وَدَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ ۚ وَ كُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا ۫

(سورۃ الانبیاء، رقم الآیات:78،79)

ترجمہ: اور داؤد اور سلیمان (کو بھی ہم نے حکمت اور علم عطا کیا تھا) جب وہ دونوں ایک کھیت کے جھگڑے کا فیصلہ کر رہے تھے کیونکہ کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت اس کھیت میں جا گھسی تھیں اور ان لوگوں کے بارے میں جو فیصلہ ہوا اسے ہم خود دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ اس فیصلے کی (آسان صورت کی) سمجھ ہم نے سلیمان کو دی اور (ویسے) ہم نے دونوں ہی کو حکمت اور علم عطا کیا تھا۔

مثال 2:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَحْزَابِ لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَةَ فَأَدْرَكَ بَعْضُهُمُ الْعَصْرَ فِي الطَّرِيقِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا نُصَلِّي حَتَّى نَأْتِيَهَا وَقَالَ بَعْضُهُمْ بَلْ نُصَلِّي ... فَذُكِرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُعَنِّفْ وَاحِدًا مِّنْهُمْ.

(صحیح البخاری، باب مرجع النبی ﷺ من الاحزاب، رقم الحدیث:4119)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ غزوۂ خندق کے موقع پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی آدمی بھی بنو قریظہ کی طرف پہنچنے سے پہلے عصر کی نماز نہ پڑھے راستے میں عصر کی نماز کا وقت ہو گیا تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے (حدیث کے ظاہری الفاظ کو ملحوظ رکھتے ہوئے) کہا ہم تو بنو قریظہ جا کر ہی نماز پڑھیں گے جبکہ بعض نے (الفاظ حدیث کو ادائے صلوٰۃ کے بجائے جلدی پہنچنے پر محمول کرتے ہوئے) کہا ہم تو نماز پڑھیں گے۔ جب یہ بات اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی گئی تو آپ نے کسی کو بھی کچھ نہیں فرمایا۔

مثال 3:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلَيْنِ تَيَمَّمَا وَصَلَّيَا ثُمَّ وَجَدَا مَاءً فِي الْوَقْتِ فَتَوَضَّأَ أَحَدُهُمَا وَعَادَ لِصَلَاتِهِ مَا كَانَ فِي الْوَقْتِ وَلَمْ يُعِدِ الْآخَرُ فَسَأَلَا النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِلَّذِي لَمْ يُعِدْ أَصَبْتَ السُّنَّةَ وَأَجْزَأَتْكَ صَلَاتُكَ وَقَالَ لِلْآخَرِ أَمَّا أَنْتَ فَلَكَ مِثْلُ سَهْمِ جَمْعٍ.

(سنن النسائی، باب التیمم لمن یجد الماء بعد الصلوۃ، رقم الحدیث:430)

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دو صحابیوں نے تیمم کر کے نماز ادا کر لی۔ نماز کا وقت ابھی باقی تھا کہ انہیں پانی مل گیا۔ ایک صحابی نے وضو کر کے نماز دوبارہ پڑھ لی جبکہ دوسرے نے نماز دوبارہ نہیں پڑھی۔ بعد میں دونوں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ نماز نہ پڑھنے والے صحابی سے فرمایا: اجتہاد آپ کا درست ہے اور آپ کی نماز کافی ہے اور

دوسرے سے فرمایا: آپ کو دو نمازوں (اصل اور نفل) کا اجر ملے گا۔

7: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے شاگرد اختلاف کرتے ہیں:

ایک شبہ یہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ فقہ حنفی کے بہت سارے مسائل ایسے ہیں جن میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ نے اپنے استاد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اختلاف کیا ہے اور فتویٰ بھی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول پر ہوتا ہے۔ جب شاگرد ہی اپنے استاد کی بات ماننے کو تیار نہیں تو ہم کیوں مانیں؟

جواب: 1:

اگر ایک مسئلہ میں امام صاحب کا ایک قول ہو اور آپ کے شاگردوں کا کوئی دوسرا قول اس کے خلاف ہو تو وہ شاگردوں کا قول دراصل آپ ہی کا قول ہوتا ہے، شاگردوں کی طرف نسبت محض رائے کی موافقت کی وجہ سے ہوتی ہے۔

علامہ محمد امین بن عمر بن عبد العزیز بن احمد بن عبد الرحیم المعروف امام ابن عابدین شامی رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 1252ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُوْ يُوْسُفَ رَحِمَهُ اللهُ: مَا قُلْتُ قَوْلًا خَالَفْتُ فِيْهِ أَبَا حَنِيْفَةَ إِلَّا قَوْلًا قَدْ كَانَ قَالَهُ... وَإِذَا أَخَذَ بِقَوْلِ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ يَعْلَمُ قَطْعًا أَنَّهُ يَكُوْنُ بِهِ آخِذًا بِقَوْلِ أَبِي حَنِيْفَةَ فَإِنَّهُ رَوَى عَنْ جَمِيْعِ أَصْحَابِهِ مِنَ الْكِبَارِ كَأَبِي يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٍ وَزُفَرَ وَالْحَسَنِ أَنَّهُمْ قَالُوْا: مَا قُلْنَا فِي مَسْأَلَةٍ قَوْلًا إِلَّا وَهُوَ رِوَايَتُنَا عَنْ أَبِي حَنِيْفَةَ وَأَقْسَمُوْا عَلَيْهِ أَيْمَانًا غِلَاظًا۔

(رد المحتار، مطلب صح عن الامام انہ قال اذا صح الحدیث فھو مذہبی)

ترجمہ: امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے کبھی بھی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی مخالفت نہیں کی۔ میں جو قول بھی اختیار کرتا ہوں وہ حقیقت میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہوتا ہے.....امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے جب بھی کوئی الگ قول اختیار کرتا ہے تو وہ یقیناً امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہی کا قول ہوتا ہے اس لئے کہ آپ کے تمام بڑے بڑے شاگرد امام ابو یوسف، امام محمد، امام زُفر، امام حسن بن زیاد رحمہم اللہ پختہ قسم اٹھا کر کہتے ہیں ہم جب بھی کسی مسئلہ میں کوئی قول اختیار کرتے ہیں تو وہ ہمارا نہیں بلکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ہی ایک روایت ہوتی ہے

جواب: 2:

ایک مجتہد دوسرے مجتہد سے اختلاف کرے یہ جائز ہے جس طرح حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما الصلوٰۃ والسلام کا اجتہادی اختلاف قرآن کریم میں مذکور ہے۔ ہاں! غیر مجتہد کا مجتہد سے اختلاف کرنا جائز نہیں۔

8: قرآن میں مجتہدین کی بات ماننے کا حکم نہیں:

ایک شبہ یہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم میں مجتہدین کی بات ماننے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ رسول کی بات ماننے کا حکم ہے۔

وَ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ

(سورۃ الحشر، رقم الآیۃ: 7)

ترجمہ: اور جس بات کا رسول تمہیں حکم دے اس پر عمل کرو اور جس سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔

جواب: 1:

قرآن کریم کی کئی آیات مبارکہ میں مجتہدین کی بات ماننے کا حکم موجود ہے۔

1: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ.... اَلْآيَةَ۔

(سورۃ النساء، رقم الآیۃ: 59)

ترجمہ: اے ایمان والو! خدا کی بات مانو، مصطفیٰ کی بات مانو اور فقہاء کی بات مانو۔

2: وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ

(سورۃ النساء، رقم الآیۃ:83)

ترجمہ: جب ان لوگوں کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے فوراً پھیلا دیتے ہیں اور اگر (پھیلانے سے پہلے) وہ لوگ رسول اللہ اور مسلمانوں میں سے معاملہ فہم لوگوں کی طرف اس بات کے لئے رجوع کرتے تو اہل استنباط (فقہاء) ان کو اس کی حقیقت سے آگاہ کر دیتے۔

3: فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔

(سورۃ التوبۃ، رقم الآیۃ:122)

ترجمہ: ایسا کیوں نہ ہو کہ مسلمانوں کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹا گروہ جہاد کے لئے چلا جائے تا کہ جو باقی رہ جانے والے ہیں وہ دینی مسائل کو سمجھیں اور جب مجاہدین واپس آجائیں تو یہ علماء انہیں مسائل سے آگاہ کریں تا کہ وہ ان مسائل میں شریعت کی مخالفت سے بچے رہیں۔

4: فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

(سورۃ النحل: رقم الآیۃ:43)

ترجمہ: اگر تمہیں (دین کی کسی بات کا) علم نہ ہو تو اہل علم سے پوچھ لو۔

5: وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ۔

(سورۃ لقمان، رقم الآیۃ:15)

ترجمہ: اور اس شخص کے راستے پہ چلو جس نے میری طرف رجوع کیا ہو۔

جواب:2:

آیت میں جس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننے کا حکم ہے اسی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ مجتہدین کی بات مانو۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنْ نَزَلَ بِنَا أَمْرٌ لَيْسَ فِيْهِ بَيَانُ أَمْرٍ وَلَا نَهْيٍ فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: تُشَاوِرُوْنَ الْفُقَهَاءَ وَالْعَابِدِيْنَ وَلَا تُمْضُوْا فِيْهِ رَأْيَ خَاصَّةٍ۔

(المعجم الاوسط للطبرانی: رقم الحدیث:1618)

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: یا رسول اللہ اگر ہمیں کوئی ایسا مسئلہ پیش آجائے جس کے کرنے کا حکم یا چھوڑنے کی نہی (وضاحت کے ساتھ) موجود نہ ہو تو اس کے بارے آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسی صورت میں فقہاء اور اہل اللہ کی طرف رجوع کرنا۔ ان مسائل میں محض اپنی رائے سے کام نہ لینا۔

9: تقلید نے دین کو تقسیم کر دیا:

ایک شبہ یہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ ائمہ اربعہ کی تقلید نے دین کو چار ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا ہے جبکہ قرآن کریم میں اتفاق کا حکم ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠

(سورۃ آل عمران، رقم الآیۃ:103)

ترجمہ: اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور آپس میں فرقہ بندی نہ کرو۔

جواب:

تمام ائمہ کرام رحمہم اللہ کی منزلِ مقصود "اسلام" ہے۔ یہ چار فقہیں تو راستوں کی طرح ہیں۔ یوں سمجھیے کہ ایک منزل تک پہنچنے کے

چار راستے ہیں۔ نیز اگر ان چار ائمہ کی تقلید سے آزادی دے دی جائے تو پھر ہر بندہ مستقل "فرقہ" ہو گا۔

10: قرآن وحدیث میں ائمہ اربعہ کی تقلید کا حکم نہیں ہے:

ایک شبہ یہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ قرآن وحدیث میں ائمہ اربعہ (امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، امام مالک بن انس، امام محمد بن ادریس الشافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کی تقلید کا حکم موجود نہیں ہے۔

جواب:

1: نفس تقلید کا حکم موجود ہے جو بھی مجتہد میسر ہو۔ جیسے

- ❖ قراءت کا حکم ہے جو بھی قاری میسر ہو۔
- ❖ جماعت کا حکم موجود ہے جو بھی امام میسر ہو۔

2: ایک امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم کہاں ملا ہے؟ اور سات قراءتوں میں سے ایک قراءۃ پر تلاوت کرنے کا حکم کہاں ہے؟

11: ائمہ اربعہ سے پہلے لوگ کس کے مقلد تھے:

ایک شبہ یہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ ان چار ائمہ سے پہلے لوگ کس کے مقلد تھے؟

جواب:

مکہ میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی، مدینہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی، کوفہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی، بصرہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اور یمن میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی تقلید ہوتی تھی۔ اس دور میں مقلد تھے تقلید کا لفظ نہیں تھا۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین رحمہم اللہ کا زمانہ آیا تو اس میں بھی ہر علاقہ میں مجتہد اور فقیہ کی مسائل اجتہادیہ میں تقلید کی جاتی تھی۔

امام موفق بن احمد المکی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:484ھ) نقل کرتے ہیں کہ حضرت عطاء رحمہ اللہ خلیفہ وقت ہشام بن عبد الملک رحمہ اللہ (المتوفیٰ:125ھ) کے پاس گئے تو ہشام رحمہ اللہ نے پوچھا:

يَا عَطَاءُ هَلْ لَّكَ عِلْمٌ بِعُلَمَاءِ الْأَمْصَارِ؟ قُلْتُ: بَلٰى يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ۔ قَالَ: فَمَنْ فَقِيهُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ؟ قُلْتُ: نَافِعٌ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: فَمَنْ فَقِيهُ أَهْلِ مَكَّةَ؟ قُلْتُ: عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ، قَالَ مَوْلٰى أَمْ عَرَبِيٌّ؟ قُلْتُ: لَا بَلْ مَوْلٰى، قَالَ: فَمَنْ فَقِيهُ أَهْلِ الْيَمَنِ؟ قُلْتُ: طَاؤُسُ بْنُ كَيْسَانَ قَالَ مَوْلٰى أَمْ عَرَبِيٌّ؟ قُلْتُ: لَا بَلْ مَوْلٰى، قَالَ: فَمَنْ فَقِيهُ أَهْلِ الْيَمَامَةِ؟ قُلْتُ: يَحْيَى بْنُ اَبِي كَثِيرٍ، قَالَ مَوْلٰى أَمْ عَرَبِيٌّ؟ قُلْتُ: لَا بَلْ مَوْلٰى، قَالَ: فَمَنْ فَقِيهُ أَهْلِ الشَّامِ قُلْتُ مَكْحُولٌ۔ قَالَ مَوْلٰى أَمْ عَرَبِيٌّ؟ قُلْتُ: لَا بَلْ مَوْلٰى، قَالَ: فَمَنْ فَقِيهُ أَهْلِ الْجَزِيرَةِ؟ قُلْتُ مَيْمُونُ بْنُ مِهْرَانَ قَالَ مَوْلٰى أَمْ عَرَبِيٌّ؟ قُلْتُ: لَا بَلْ مَوْلٰى، قَالَ: فَمَنْ فَقِيهُ أَهْلِ خُرَاسَانَ؟ قُلْتُ: اَلضَّحَّاكُ بْنُ مُزَاحِمٍ، قَالَ مَوْلٰى أَمْ عَرَبِيٌّ؟ قُلْتُ: لَا بَلْ مَوْلٰى، قَالَ: فَمَنْ فَقِيهُ أَهْلِ الْبَصْرَةِ؟ قُلْتُ: اَلْحَسَنُ وَابْنُ سِيرِينَ، قَالَ: مَوْلَيَانِ أَمْ عَرَبِيَانِ؟ قُلْتُ: لَا بَلْ مَوْلَيَانِ قَالَ: فَمَنْ فَقِيهُ أَهْلِ الْكُوفَةِ؟ قُلْتُ: إِبْرَاهِيمُ النَّخَعِيُّ، قَالَ مَوْلٰى أَمْ عَرَبِيٌّ؟ قُلْتُ: لَا بَلْ عَرَبِيٌّ۔

(مناقب الامام الاعظم: ص12)

ترجمہ: اے عطاء! کیا آپ شہروں کے فقہاء کو جانتے ہیں؟

عطاء رحمہ اللہ نے فرمایا: جی جانتا ہوں۔

تو ہشام رحمہ اللہ نے مختلف شہروں کے فقہاء کے بارے میں سوال کیا۔

حضرت ہشام رحمہ اللہ نے پوچھا: مدینہ کے فقیہ کون ہیں؟

[Website: DifaAhleSunnat.com]

حضرت عطاء رحمہ اللہ نے جواب دیا: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام حضرت نافع رحمہ اللہ۔

حضرت ہشام رحمہ اللہ نے پوچھا: مکہ کے فقیہ کون ہیں؟

حضرت عطاء رحمہ اللہ نے جواب دیا: حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ۔

حضرت ہشام رحمہ اللہ نے پوچھا: وہ عربی ہے یا عجمی؟

حضرت عطاء رحمہ اللہ نے جواب دیا: عجمی ہیں۔

حضرت ہشام رحمہ اللہ نے پوچھا: یمن کے فقیہ کون ہیں؟

حضرت عطاء رحمہ اللہ نے جواب دیا: طاوس بن کیسان رحمہ اللہ۔

حضرت ہشام رحمہ اللہ نے پوچھا: وہ عربی ہیں یا عجمی؟

حضرت عطاء رحمہ اللہ نے جواب دیا: عجمی ہیں۔

حضرت ہشام رحمہ اللہ نے پوچھا: یمامہ کے فقیہ کون ہیں؟

حضرت عطاء رحمہ اللہ نے جواب دیا: یحیٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ۔

حضرت ہشام رحمہ اللہ نے پوچھا: وہ عربی ہیں یا عجمی؟

حضرت عطاء رحمہ اللہ نے جواب دیا: عجمی ہیں۔

حضرت ہشام رحمہ اللہ نے پوچھا: شام کے فقیہ کون ہیں؟

حضرت عطاء رحمہ اللہ نے جواب دیا: حضرت مکحول رحمہ اللہ۔

حضرت ہشام رحمہ اللہ نے پوچھا: وہ عربی ہیں یا عجمی؟

حضرت عطاء رحمہ اللہ نے جواب دیا: عجمی ہیں۔

حضرت ہشام رحمہ اللہ نے پوچھا: جزیرہ کے فقیہ کون ہیں؟

حضرت عطاء رحمہ اللہ نے جواب دیا: حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ۔

حضرت ہشام رحمہ اللہ نے پوچھا: وہ عربی ہیں یا عجمی؟

حضرت عطاء رحمہ اللہ نے جواب دیا: عجمی ہیں۔

حضرت ہشام رحمہ اللہ نے پوچھا: خراسان کے فقیہ کون ہیں؟

حضرت عطاء رحمہ اللہ نے جواب دیا: حضرت ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ۔

حضرت ہشام رحمہ اللہ نے پوچھا: وہ عربی ہیں یا عجمی؟

حضرت عطاء رحمہ اللہ نے جواب دیا: عجمی ہیں۔

حضرت ہشام رحمہ اللہ نے پوچھا: بصرہ کے فقیہ کون ہیں؟

حضرت عطاء رحمہ اللہ نے جواب دیا: حضرت حسن بصری اور محمد بن سیرین رحمہا اللہ۔

حضرت ہشام رحمہ اللہ نے پوچھا: وہ دونوں عربی ہیں یا عجمی؟

حضرت عطاء رحمہ اللہ نے جواب دیا: دونوں عجمی ہیں۔

حضرت ہشام رحمہ اللہ نے پوچھا: کوفہ کے فقیہ کون ہیں؟

حضرت عطاء رحمہ اللہ نے جواب دیا: حضرت ابراہیم النخعی رحمہ اللہ۔

حضرت ہشام رحمہ اللہ نے پوچھا: وہ عربی ہیں یا عجمی؟

حضرت عطاء رحمہ اللہ نے جواب دیا: عربی ہیں۔

12: تقلید صرف ائمہ اربعہ ہی کی کیوں؟

ایک شبہ یہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ جب مجتہدین کئی گزرے ہیں تو تقلید ان چار ہی کی کیوں کی جاتی ہے؟

جواب:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے تقلید کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ۔

(سورۃ لقمان، رقم الآیۃ:15)

ترجمہ: اور اس شخص کے راستے پہ چلو جس نے میری طرف رجوع کیا ہو۔

اتباعِ سبیل کیلئے علمِ سبیل ضروری ہے اور ائمہ اربعہ کے علاوہ کسی مجتہد کے مسائل جزئیات و فروعات مدون نہیں۔ اس لیے ان میں سے کسی ایک کی تقلید ضروری ہو گی۔

13: چاروں ائمہ کی اکٹھے تقلید کیوں نہیں؟

ایک شبہ یہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ جب چاروں ائمہ برحق ہیں تو ان سب کی تقلید کیوں نہیں کی جاتی؟ ان میں سے صرف ایک ہی کی تقلید کیوں کی جاتی ہے؟

جواب:

تاکہ مذہبی آزادی کے نام پر فساد نہ ہو اور عبادات میں خلل نہ آئے۔ مثال ایک بندہ کے جسم سے خون نکل آئے اور وہ کہے کہ میں اس مسئلے میں امام شافعی رحمہ اللہ کا قول لیتا ہوں کیونکہ ان کے ہاں خروج دم (خون کا نکلنا) سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس کے بعد عورت کو چھوئے اور کہے کہ میں اس مسئلے میں امام صاحب رحمہ اللہ کا قول لیتا ہوں۔ کیونکہ امام صاحب کے ہاں مس مراہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ایسے شخص کی نماز دونوں اماموں کے اجتہاد کے مطابق باطل ہو گی۔ کسی ایک کے ہاں بھی جائز نہیں ہو گی۔

14: دوسرے امام کی تقلید کی گنجائش کیوں نہیں؟

ایک شبہ یہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک مسئلہ میں ایک امام کی دوسرے مسئلہ میں دوسرے امام کی تقلید اس بنیاد پہ کرے کہ جب شریعت گنجائش دیتی ہے تو میں اس لئے یہ کام کرتا ہوں نہ کہ خواہشات نفسانی کی بنیاد پہ۔ تو کیا اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب:

بطور تمہید ایک بات سمجھ لی جائے۔ تقلید واجب ہے۔ واجب کی دو قسمیں ہیں۔ 1: واجب بالذات اور 2: واجب بالغیر۔

واجب بالذات: قرآن و حدیث میں خصوصیت کے ساتھ کسی بات کی تاکید ہو۔ جیسے: نماز، روزہ وغیرہ۔ ایسی چیزیں اپنی ذات کے اعتبار سے واجب اور ضروری ہیں اس کو "واجب بالذات" کہتے ہیں۔

واجب بالغیر: قرآن و حدیث میں واضح الفاظ میں اس کی تاکید نہ ہو مگر جن امور کی قرآن و حدیث میں تاکید آئی ہے اور ان امور پر عمل کرنے میں اجتہاد ضروری ہو (جیسا کہ قرآن و حدیث میں وہ اجمالی طور پر بیان کیے گئے ہوں یا ان میں کئی احتمالات موجود ہوں یا ان کا حکم متعین نہ

ہو وغیرہ) تو اگرچہ ایسے امور اپنی ذات کی وجہ سے واجب نہیں لیکن قرآن و حدیث پر عمل کرنے کے لیے ضروری بھی ہیں تو اس کو "واجب بالغیر" کہتے ہیں۔

تقلید سے مقصود شریعت پہ عمل کرنا ہے پھر تقلید مطلق واجب بالذات اور تقلید شخصی واجب بالغیر ہے۔ اور واجب بالغیر حالات کی وجہ سے کبھی تبدیل ہو جاتا ہے۔ جیسے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے قرآن کریم کو ایک لغت پہ جمع کر کے باقیوں کو ختم فرمایا تاکہ اختلاف نہ ہو۔

اسی طرح اہل مدینہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی بجائے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کو قبول کیا تاکہ مدینہ میں اختلاف نہ ہو۔ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ (المتوفیٰ:106ھ یا 107ھ) فرماتے ہیں:

أَنَّ أَهْلَ الْمَدِينَةِ سَأَلُوا ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ امْرَأَةٍ طَافَتْ ثُمَّ حَاضَتْ قَالَ لَهُمْ تَنْفِرُ قَالُوا لَا نَأْخُذُ بِقَوْلِكَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَيْدٍ۔

(صحیح البخاری، باب اذا حاضت المراۃ بعد ما افاضت، رقم الحدیث:1758)

ترجمہ: اہل مدینہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اگر عورت کو طواف کے بعد حیض آجائے تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا وہ اسی طرح چلتی رہے۔ اس پہ اہل مدینہ نے کہا: ہم آپ کے قول کی وجہ سے اپنے فقیہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول کو نہیں چھوڑ سکتے۔

اب اگر ہر آدمی کو تقلید مطلق کی اجازت دے دی جائے تو ایک ہی علاقہ میں کئی ایک مذاہب دیکھنے کو ملیں گے جس سے اجتماعیت ختم ہو جائے گی دین مذاق بن جائے گا۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ جس علاقہ میں جس امام کی فقہ رائج العمل ہو وہاں کے لوگ اسی امام کی تقلید کریں تاکہ اختلاف بھی نہ ہو اور اجتماعیت بھی برقرار رہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم محدث دہلوی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:1176ھ) فرماتے ہیں:

فَإِنْ كَانَ إِنْسَانٌ جَاهِلٌ فِيْ بِلَادِ الْهِنْدِ أَوْ فِيْ بِلَادِ مَا وَرَاءِ النَّهْرِ وَلَيْسَ هُنَاكَ عَالِمٌ شَافِعِيٌّ وَلَا مَالِكِيٌّ وَلَا حَنْبَلِيٌّ وَلَا كِتَابٌ مِّنْ كُتُبِ هٰذِهِ الْمَذَاهِبِ وَجَبَ عَلَيْهِ أَنْ يُقَلِّدَ الْمَذْهَبَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَيَحْرُمُ عَلَيْهِ أَنْ يَخْرُجَ مِنْ مَذْهَبِهِ۔

(الانصاف، ص:69)

ترجمہ: اگر ہندوستان یا ماوراء النہر میں کوئی انسان احکام شریعت سے غیر واقف ہو اور اس شہر میں نہ تو کوئی شافعی، مالکی، حنبلی مذہب کا عالم ہو اور نہ ہی ان مذاہب کی کوئی کتاب ہو تو ایسے شخص پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی تقلید واجب ہے اس سے نکلنا حرام ہے۔

15: صرف اپنے امام کی "تقلید" کیوں؟

ایک شبہ یہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ جب چاروں ائمہ کو برحق کہا جاتا ہے تو حنفیہ صرف امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی، مالکیہ امام مالک رحمہ اللہ کی، شافعیہ امام شافعی رحمہ اللہ کی اور حنابلہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی تقلید کیوں کرتے ہیں؟

جواب:

جس علاقے اور ملک میں جس امام کی فقہ رائج العمل ہو وہاں کے لوگوں کے لیے اسی امام کی فقہ پر عمل ضروری ہوتا ہے۔ ہم چونکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید کرتے ہیں تو اس کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

1: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے اور ان سے احادیث کو روایت بھی کیا ہے۔

2: آپ رحمہ اللہ کی فقہ شورائی ہے۔

3: آپ رحمہ اللہ فقہ کے مُدَوِّنِ اوّل ہیں۔

4: آپ رحمہ اللہ عجمی ہونے کے ساتھ ماہر عربی ہیں۔

5: عرب وعجم کے سنگم "کوفہ" میں ہیں۔ دونوں حالات سے باخبر تھے۔

16: کسی اور امام کے مسئلہ کو ترجیح بھی ہو تب بھی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کیوں ضروری ہے؟

ایک شبہ یہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ تقلید میں تعصب پایا جاتا ہے ایک مسئلہ ایسا ہو جس میں دوسرے امام کا مسئلہ راجح ہو تب بھی مقلدین اپنے امام کی تقلید کو ضروری سمجھتے ہیں۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:1339ھ) فرماتے ہیں:

وَالْاِنْصَافُ اَنَّ التَّرْجِیْحَ لِلشَّافِعِیِّ فِیْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ وَنَحْنُ مُقَلِّدُوْنَ یَجِبُ عَلَیْنَا تَقْلِیْدُ اِمَامِنَا اَبِیْ حَنِیْفَةَ.

(تقریر ترمذی: ص36)

ترجمہ: حق بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں ترجیح امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کو ہے۔ ہم چونکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد ہیں اس لئے ہم پہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تقلید واجب ہے۔

جواب:

1: حق کبھی بمقابلہ باطل ہوتا ہے اور کبھی بمقابلہ خطاء، یہاں بمقابلہ خطاء ہے جس میں ایک اجر ضرور ہے۔

2: عقیدت میں اجر کو اجر ان پر ترجیح دی جاتی ہے۔ مثلاً مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے اور مسجد نبوی میں باختلاف اقوال ایک ہزار / پچاس ہزار نماز کے برابر۔ لیکن بندہ مسجد نبوی میں جاتا ہے اور عقیدت کی وجہ سے زیادہ اجر کو چھوڑ دیتا ہے۔

فائدہ: رئیس المناظرین حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:1421ھ) مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تشریف لے جارہے تھے۔ اسی گاڑی میں ایک غیر مقلد بھی تھا جو ساتھ والے بندے سے کہہ رہا تھا تم مدینہ جاتے ہوئے مسجد نبوی کی زیارت کی نیت کرنا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کی نیت نہ کرنا۔ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ جھوٹ بولتا ہے۔ اس پہ حضرت رحمہ اللہ کی اس کے ساتھ گفتگو ہوئی۔

دلچسپ مکالمہ:

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ: آپ پاکستان سے یہاں کیا کرنے آئے ہیں؟

غیر مقلد: عمرہ کرنے۔

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ: عمرہ مکہ میں ہوتا ہے یا مدینہ میں؟

غیر مقلد: مکہ میں۔

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ: پھر آپ مدینہ کیوں جارہے ہیں؟

غیر مقلد: مسجد نبوی کے لئے۔

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ: آپ اپنے علاقہ کی مسجد کو دیکھ لیتے۔

غیر مقلد: علاقہ کی مسجد میں ثواب کم ملتا ہے مسجد نبوی میں ثواب زیادہ ملتا ہے۔

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ: علاقہ کی مسجد میں ایک نماز پہ کتنا ثواب ملتا ہے؟

غیر مقلد: ایک نماز پہ 27 نمازوں کا۔

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ: مسجد حرام میں ایک نماز پہ کتنا ثواب ملتا ہے؟

غیر مقلد: ایک نماز پہ ایک لاکھ نمازوں کا۔

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ: مسجد نبوی میں ایک نماز پہ کتنا اجر ملتا ہے؟

غیر مقلد: ایک نماز پہ ایک ہزار نمازوں کا۔

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ: اگر ثواب زیادہ کمانا مقصود ہے تو مکہ مکرمہ میں نماز پڑھ لیں۔ مدینہ کیوں جا رہیں؟

اس کا مطلب ہم مکہ سے مدینہ صرف ثواب کمانے کے لئے نہیں بلکہ ایسی ہستی کے لئے جا رہے ہیں جو صرف مدینہ میں ہے اور اسی ہستی کو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔ ان کی نیت نہ کریں تو بتاؤ اور کس کی نیت کریں؟

17: عمل ایک جیسا تو مقلدین کو اجر ملے گا غیر مقلدین کو کیوں نہیں؟

ایک شبہ یہ بھی کیا جاتا ہے کہ شوافع بھی رفع الیدین کرتے ہیں اور غیر مقلدین بھی رفع الیدین کرتے ہیں۔ احناف کہتے ہیں کہ شوافع کو رفع الیدین کا اجر ملے گا غیر مقلدین کو نہیں ملے گا۔ رفع الیدین تو دونوں کا ایک ہے، ایک درست اور دوسرا غلط کیوں؟

جواب:

1: ماہر اور غیر ماہر کا فرق ہے۔ مثلاً: ایک ڈاکٹر ماہر ہے اور ایک اَتائی (درست تلفظ اسی طرح ہے) ہے۔ اگر ماہر آپریشن کرے اور مریض ٹھیک ہو جائے تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے اور اگر ٹھیک نہ ہو تو ایک اجر کا مستحق بہر حال ہے۔ بخلاف اتائی کے کہ اگر اس کا آپریشن ناکام ہو جائے تو اس کو سزا ملتی ہے اور اگر ٹھیک بھی ہو جائے تب بھی قابل گرفت ہے۔ یہی حال شوافع اور غیر مقلدین کا ہے۔ شوافع ماہر مجتہد کے اجتہاد پر عمل پیرا ہیں جن کے لیے اجر تو بہر حال ہے اور غیر مقلدین کا مسئلہ اگر ظاہراً شوافع سے ملتا ہے لیکن اتائی ڈاکٹر کی طرح قابل مواخذہ ہیں۔

2: شوافع دیانت دار ہیں جبکہ غیر مقلد بد دیانت ہیں۔

ایک اہم اصول:

جب کسی ایک مسئلے میں دو حدیثیں آجائیں اور فیصلہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں تو اسے کہتے ہیں کہ مسئلہ حدیث کا اور فیصلہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور اگر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہ ہو تو اسے کہتے ہیں کہ مسئلہ فقہ کا اور فیصلہ مجتہد کا ہے۔

مسئلہ حدیث کا فیصلہ اللہ کے نبی ﷺ کا:

عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّ فِي زِيَارَتِهَا تَذْكِرَةً۔

(سنن ابی داؤد، باب فی زیارۃ القبور، رقم الحدیث: 3235)

ترجمہ: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے آپ لوگوں کو قبرستان جانے سے منع کیا تھا اب آپ قبرستان جایا کرو اس لئے کہ قبرستان جانے سے اپنی موت یاد آتی ہے۔

فائدہ: اب یہاں پہ چونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ موجود ہے تو اسے "مسئلہ" حدیث کا اور "فیصلہ" اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کہا جائے گا۔

مسئلہ فقہ کا فیصلہ فقہاء کا:

عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ فَقَالَ آمِيْن وَمَدَّ بِهَا صَوْتَهُ.

(جامع الترمذی: ج1 ص57 باب ماجاء فی التامین)

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت سنی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے سورۃ الفاتحہ ختم کی تو (جہراً) بلند آواز سے "آمین" فرمائی۔

عَنْ عَلْقَمَةَ بْنَ وَائِلٍ عَنْ أَبِيْهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ فَقَالَ آمِيْن وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهُ.

(جامع الترمذی: ج1 ص58 باب ماجاء فی التامین)

ترجمہ: حضرت علقمہ بن وائل اپنے والد حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءت فرمائی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الفاتحہ ختم کی تو (سراً) آہستہ آواز سے "آمین" فرمائی۔

فائدہ: یہاں حدیثیں دو ہیں اور فیصلہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں اس لئے کہا جائے گا یہ "مسئلہ" فقہ کا اور "فیصلہ" فقہاء کا ہے۔

18: احناف کے نزدیک شوافع منسوخ احکام پر عمل کرتے ہیں:

ایک شبہ یہ بھی پیش کیا جاتا ہے کہ احناف کے ہاں رفع الیدین منسوخ ہے۔ جبکہ شوافع اسی منسوخ پر عمل کرتے ہیں۔ احناف کہتے ہیں کہ شوافع کو اجر ملے گا۔ منسوخ پر عمل کرنے سے اجر کیسے مل سکتا ہے؟

جواب:

نسخ کی دو قسمیں ہیں: (1): نسخ منصوص (2): نسخ اجتہادی

نسخ منصوص:

عَنْ نُبَيْشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ لُحُوْمِ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فَكُلُوْا وَادَّخِرُوْا.

(سنن ابن ماجہ، باب ادخار لحوم الاضاحی، رقم الحدیث: 3160)

ترجمہ: حضرت نُبَیْشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے آپ لوگوں کو تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے سے منع کیا تھا اب اجازت دیتا ہوں تین دن کے بعد کھاؤ اور ذخیرہ بھی کرسکتے ہو۔

نسخ اجتہادی:

ائمہ اربعہ کے درمیان متعدد فروعی مسائل جو کتب فقہ میں موجود ہیں۔ مثلاً:

- قراءۃ خلف الامام اور ترک قراءۃ خلف الامام
- رفع الیدین اور ترک رفع الیدین

فائدہ: اگر نسخ منصوص ہو تو عمل کرنے پر اجر نہیں گرفت ہے۔ اگر نسخ اجتہادی ہو تو دو شرطوں کے ساتھ اجر ہے:

1: عمل کرنے والا مجتہد ہو

2: مقلد ہو

نمبر 4: ترکِ تقلید کے نقصانات

1: پہلا نقصان دنیا میں:

تقلید نہ کریں تو دنیا میں دین پر عمل کی توفیق نہیں ہوتی۔

ایک شخص بیمار ہو گیا ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اسے خون لگایا جائے۔ اب کسی مریض کو خون لگانے کے بارے میں قرآن کی آیت موجود ہے نہ حدیث مبارک۔ بلکہ حدیث میں خون نکلوانے کا حکم موجود ہے جسے حجامہ کہتے ہیں۔ اب یہ مسئلہ غیر منصوصہ ہے جہاں تقلید کی ضرورت ہوتی ہے۔ منکرین تقلید کے لیے یہاں بڑی پریشانی بنتی ہے کہ اگر تقلید کرتے ہیں تو ایمان جاتا ہے کیونکہ ان کے ہاں تقلید کرنا حرام ہے۔ اور اگر تقلید نہیں کرتے تو بیمار کی جان جاتی ہے۔

اس لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ مسئلہ چونکہ غیر منصوصہ ہے اس میں تقلید ضروری ہے۔ اب تقلید کر لینے سے ایمان بھی نہیں جائے گا اور بیمار بھی نہیں جائے گا۔

2: دوسرا نقصان قبر میں:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَبْدُ إِذَا وُضِعَ فِي قَبْرِهِ وَتُوُلِّيَ وَذَهَبَ أَصْحَابُهُ حَتَّى إِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ فَأَقْعَدَاهُ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّهُ عَبْدُ اللهِ وَ رَسُولُهُ فَيُقَالُ أُنْظُرْ إِلَى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ أَبْدَلَكَ اللهُ بِهِ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَرَاهُمَا جَمِيعًا وَأَمَّا الْكَافِرُ أَوِ الْمُنَافِقُ فَيَقُولُ لَا أَدْرِي كُنْتُ أَقُولُ مَا يَقُولُ النَّاسُ فَيُقَالُ لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ ثُمَّ يُضْرَبُ بِمِطْرَقَةٍ مِنْ حَدِيدٍ ضَرْبَةً بَيْنَ أُذُنَيْهِ فَيَصِيحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَلِيهِ إِلَّا الثَّقَلَيْنِ۔

(صحیح البخاری، باب المیت یسمع خفق النعال، رقم الحدیث: 1338)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میت کے رشتہ دار جب میت کو قبر میں رکھ کر واپس آتے ہیں تو میت ان کے جوتوں کی آہٹ سنتی ہے۔ اس کے بعد میت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو قبر میں اُسے بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں: یہ شخص جن کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے تو ان کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ مومن جواب دیتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں۔ مومن کو کہا جاتا ہے جہنم کی طرف اپنا ٹھکانہ دیکھ لو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے آپ کو جنت میں جگہ عطا فرمائی ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ان دونوں ٹھکانوں کو دیکھتا ہے۔ اگر میت کافر یا منافق ہو تو وہ جواب دیتی ہے کہ میں ان کے بارے نہیں جانتا، جو لوگ کہتے تھے میں بھی وہی کہتا تھا۔ اس سے کہا جاتا ہے نہ تو نے خود سمجھا نہ سمجھنے والوں کی بات مانی۔ اس کے بعد اس کی کن پٹیوں کے درمیان لوہے کے گُرز مارے جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ زور زور سے چیختا ہے اور اس کی چیخوں کی آواز انسانوں اور جنات کے علاوہ ہر مخلوق سنتی ہے۔

فائدہ: محشی صحیح البخاری علامہ محدث احمد علی سہارنپوری رحمہ اللہ (المتوفیٰ: 1297ھ) اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ: لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ. اَیْ لَا عَلِمْتَ بِنَفْسِكَ بِالْاِسْتِدْلَالِ وَلَا تَلَوْتَ الْقُرْآنَ اَوِ الْمَعْنٰى لَا اتَّبَعْتَ الْعُلَمَاءَ بِالتَّقْلِيْدِ فِيْمَا يَقُوْلُوْنَ۔

(حاشیہ صحیح البخاری، باب المیت یسمع خفق النعال، رقم الحدیث: 1338)

ترجمہ: لَا دَرَيْتَ وَلَا تَلَيْتَ کا مطلب یہ ہے کہ نہ تُو خود قران پڑھ اور سمجھ سکتا تھا اور نہ ہی علماء کے بتائے ہوئے مسائل میں تقلید کرتا تھا۔

3: تیسرا نقصان آخرت میں:

وَقَالُوۡا لَوۡ كُنَّا نَسۡمَعُ اَوۡ نَعۡقِلُ مَا كُنَّا فِىۡۤ اَصۡحٰبِ السَّعِيۡرِ ﴿۱۰﴾

(سورۃ الملک، رقم الآیۃ:10)

ترجمہ: اور وہ (کافر لوگ فرشتوں سے) کہیں گے اے کاش! ہم (دین کے ماہر (مجتہد) کی بات کو توجہ سے) سنتے یا (پھر ہم از خود اتنی) سمجھ دار ہوتے تو (آج) ہم جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں نہ جلتے۔

فائدہ: حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:1239ھ) فرماتے ہیں:

بعض حضرات مفسرین کرام نے نَسۡمَعُ کو تقلید پر اور نَعۡقِلُ کو تحقیق واجتہاد پر محمول کیا ہے۔ ان دونوں لفظوں سے یہی مراد ہے کہ یہ دونوں نجات کے ذریعے ہیں۔

(تفسیر عزیزی اردو ج3 ص23)

تقلید شخصی کو ترک کرنے کے نقصانات:

امام ابو زکریا یحیٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:676ھ) فرماتے ہیں:

وَوَجۡهُهٗ اَنَّهٗ لَوۡجَازَ اِتِّبَاعُ اَيِّ مَذۡهَبٍ شَاءَ لَاَفۡضٰى اِلٰى اَنۡ يَّلۡتَقِطَ رُخَصَ الۡمَذَاهِبِ مُتَّبِعًا هَوَاهُ وَيَتَخَيَّرُ بَيۡنَ التَّحۡلِيۡلِ وَالتَّحۡرِيۡمِ وَالۡوُجُوۡبِ وَالۡجَوَازِ وَذٰلِكَ يُؤَدِّيۡ اِلَى انۡحِلَالِ رِبۡقَةِ التَّكۡلِيۡفِ بِخِلَافِ الۡعَصۡرِ الۡاَوَّلِ فَاِنَّهٗ لَمۡ تَكُنِ الۡمَذَاهِبُ الۡوَافِيَةُ بِأَحۡكَامِ الۡحَوَادِثِ مُهَذَّبَةً وَعَرَفَتۡ: فَعَلٰى هٰذَا يَلۡزَمُهٗ اَنۡ يَّجۡتَهِدَ فِيۡ اِخۡتِيَارِ مَذۡهَبٍ يُقَلِّدُهٗ عَلَى التَّعۡيِيۡنِ.

(المجموع شرح المہذب، فصل: فی آداب المستفتی وصفتہ واحکامہ)

ترجمہ: تقلید شخصی کے وجوب کی وجہ یہ ہے کہ اگر تقلید مطلق کی اجازت دے دی جائے تو یہ سہولت خواہشات کی اتباع کی طرف لے جائے گی۔ انسان حلال وحرام، واجب اور جائز میں سے خواہش کے مطابق ان کو اختیار کرے گا نتیجہ شرعی احکام کی پابندیاں ختم ہو جائیں گی۔ خیر القرون میں مشہور مذاہب مدون بھی نہیں تھے اس لئے انسان پہ لازم ہے کہ وہ کسی خاص معین مذہب کو متعین کرکے اس کی تقلید کرے۔

اب اگر تقلید مطلق کا دروازہ کھول دیا جائے اور لوگ مجتہدین کے ایسے ایسے مسائل تلاش کرکے ان کی تقلید شروع کر دیں تو اس کا نتیجہ بلاشبہ وہی ہوگا جسے علامہ نووی رحمہ اللہ نے شرعی احکام کی پابندیوں کے بالکل اٹھ جانے سے تعبیر کیا ہے۔ مثلاً:

1: اونٹ کے گوشت سے وضو کا مسئلہ:

امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ کے نزدیک اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

امام ابو زکریا یحیٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:676ھ) فرماتے ہیں:

فَاخۡتَلَفَ الۡعُلَمَاءُ فِيۡ أَكۡلِ لُحُوۡمِ الۡجَزُوۡرِ وَذَهَبَ الۡاَكۡثَرُوۡنَ اِلٰى اَنَّهٗ لَايَنۡقُضُ الۡوُضُوۡءَ مِمَّنۡ ذَهَبَ اِلَيۡهِ الۡخُلَفَاءُ الۡاَرۡبَعَةُ الرَّاشِدُوۡنَ... وَمَالِكٌ وَأَبُوۡ حَنِيۡفَةَ وَالشَّافِعِيُّ وَأَصۡحَابُهُمۡ وَذَهَبَ اِلَى انۡتِقَاضِ الۡوُضُوۡءِ بِهٖ أَحۡمَدُ بۡنُ حَنۡبَلٍ وَاِسۡحَاقُ بۡنُ رَاهَوَيۡهِ.

(شرح صحیح مسلم، باب الوضوء من لحوم الابل)

ترجمہ: اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین اور امام مالک بن انس، امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت، امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہم اللہ اور اکثر اہل علم کا موقف یہ ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا جبکہ امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ وغیرہ کا نظریہ ہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

[Website: DifaAhleSunnat.com]

2:عورت کو چھونے سے وضو کا مسئلہ:

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کے نزدیک عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ کے نزدیک عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

زُبدۃ المحدثین مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ (المتوفیٰ:1346ھ) فرماتے ہیں:

اِنَّ مَسَّ الرَّجُلِ الْمَرْاَۃَ غَیْرُ نَاقِضٍ لِلْوُضُوْءِ وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وصَاحِبَیْہِ۔۔وَقَالَ الشَّافِعِیُّ یَکُوْن حَدَثاً کَیْفَمَا کَانَ بِشَھْوَۃٍ اَوْ بِغَیْرِ شَھْوَۃٍ۔

(بذل المجہود فی حل ابی داود، باب الوضوء من القُبلۃ)

ترجمہ: امام ابو حنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک عورت کو مطلقاً ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔چاہے شہوت ہو یا نہ ہو۔

3:خون نکلنے سے وضو کا مسئلہ:

امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے نزدیک جسم سے خون نکل کر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے جبکہ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا۔

زُبدۃ المحدثین مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ (المتوفیٰ:1346ھ) فرماتے ہیں:

اِخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِیْ اَنَّ الدَّمَ مِنْ نَوَاقِضِ الْوُضُوْءِ اَوْ لَا فَذَھَبَ اِلَی الْاَوَّلِ اَبُوْحَنِیْفَۃَ وَ اَبُوْیُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ وَاَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلَ ۔۔ وَذَھَبَ ابْنُ عَبَّاسٍ ۔۔۔وَمَالِکٌ والشَّافِعِیُّ اِلٰی اَنَّہٗ غَیْرُ نَاقِضٍ۔

(بذل المجہود باب الوضوء من الدم)

ترجمہ: خون نکلنے سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں؟اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے امام ابو حنیفہ، صاحبین اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک خون نکل کر بہہ پڑے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے جبکہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا۔

4:نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو کا مسئلہ:

احناف کے ہاں نماز میں قہقہہ لگانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے جبکہ شوافع کے ہاں نہیں ٹوٹتا۔

امام ابو الولید سلیمان بن خلف بن سعد الباجی المالکی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:474ھ) فرماتے ہیں:

اَلْقَھْقَھَۃُ فِی الصَّلَاۃِ لَا تَنْقُضُ الطَّھَارَۃَ وَبِہٖ قَالَ الشَّافِعِیُّ وَقَالَ أَبُو حَنِیْفَۃَ تَنْقُضُ الطَّھَارَۃَ۔

(المنتقیٰ شرح المؤطا لابی الولید الباجی، باب ترک الوضوء مما مست النار)

ترجمہ: امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نماز میں قہقہہ ناقض وضو نہیں جبکہ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کے نزدیک نماز میں قہقہہ ناقض وضو ہے۔

مسئلہ تقلید کو سمجھنے کے لیے مفید کتب

مسئلہ تقلید کو دلائل کے ساتھ سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔

1. عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید: مسند الہند احمد بن عبد الرحیم المعروف شاہ ولی اللہ الدھلوی رحمہ اللہ (1176ھ)
2. ایضاح الادلہ: شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:1339ھ)
3. ادلہ کاملہ: شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:1339ھ)
4. الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:1362ھ)
5. الکلام الفرید فی التزام التقلید: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:1362ھ)
6. اجتہاد و تقلید: حکیم الاسلام قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:1403ھ)
7. تجلیات صفدر جلد سوم رئیس المناظرین حجۃ اللہ فی الارض مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:1421ھ)
8. مجموعہ مقالات جلد اول: مولانا سید اسعد مدنی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:1427ھ)
9. الکلام المفید فی اثبات التقلید: امام اھل السنۃ والجماعۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ (المتوفیٰ:1430ھ)
10. مقدمہ تُحفۃ الاَلْمَعی شرح ترمذی؛ مولانا سعید احمد پالن پوری رحمہ اللہ (المتوفیٰ:1441ھ)
11. تقلید کی شرعی حیثیت: شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتھم